U32626 Date- 29.12.09

Title - MAGHRIBI TASANEEF KE URDU TARAJUM.

Creator - Meer Hasan.

Publisher - Maktaba Abr Aheemiya (Hyderabad)

Date - 1939.

Pages - 152

Subjects - Urdu Adab - Tarajum; Maghribi Adab - Urdu Tarajum; Tarajum - Tareekh-o-Tanqeed; Fort William college - Tarajum; Shamsul umra - Urdu Tarajum; Delhi college; Scientific society; Anjuman Taraqqi urdu; Darul Musannifeen; Darul Tarjuma Jamia Usmania Hindustani Academy.

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ (۳۴)

شعبۂ تالیف و ترجمہ (۴)

مغربی تصانیف کے اردو تراجم

یعنی

مغربی زبانوں کی تصنیفات و تالیفات کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی

تمام انفرادی اور اجتماعی کوششوں کا تذکرہ

از

مولوی میر حسن صاحب ایم اے

مصنف ورڈز ورتھ اور اس کی شاعری۔ ہوش کے ناخن

مرتب سائنس کے کرشمے۔ بچوں کی کہانیاں

مترجم وفاقی مالیات وغیرہ

۱۹۳۹ء

دفتر ادارۂ ادبیات اردو۔ رفعت منزل خیریت آباد سے شائع ہوئی

مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس

قیمت عہ ۴/

شعبۂ تالیف و ترجمہ کی دوسری کتابیں

سرسید احمد خاں

ہندوستان کے مشہور مصلح اعظم، محب وطن، اور ماہر تعلیم و سیاست جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل سرسید احمد خاں بہادر کے مختصر حالات زندگی نہایت سلیس اور سادہ زبان میں بچوں کے لیے۔ قیمت ۲ر

سرسالار جنگ اعظم

حیدرآباد کے محسن اعظم، اور مشرق کے مشہور سیاست دان و مدبر مختار الملک شجاع الدولہ میر تراب علی خاں سرسالار جنگ اعظم کے مختصر حالاتِ زندگی سلیس اور سادہ زبان میں بچوں کے لیے۔ قیمت ۶ر

اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بچوں اور بچیوں کے لیے حسب ذیل مشاہیر قوم کے حالات میں بھی زیر طبع ہیں۔

سید حسین عماد الملک بلگرامی　　　دادابھائی نوروزجی

رائٹ آنریبل امیر علی　　　مولانا محمد علی وغیرہ
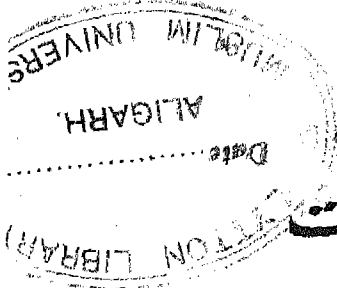
فہرست

ترجمے ۱۸۷۷ء تا ۱۹۱۷ء

(صفحات ۸۵ تا ۱۰۹)

عہد حاضر (۱۹۱۷ء کے بعد)

(صفحات ۱۱۰ تا ۱۴۳)

خاتمہ

(صفحہ ۱۴۴)

مقدمہ

جس طرح دیے سے دیا جلتا ہے، اسی طرح علوم سے علوم پیدا ہوتے ہیں۔
اگر دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں کو ٹٹولا جائے تو اس کا پتہ چلے گا کہ ان کے نشو و نما
کے مختلف مرحلوں میں دوسری زبانوں کے اثر کو بھی بڑا دخل رہا ہے۔ اکثر زبانوں کا
سرمایۂ علم و دانش، زبانوں ہی سے پیدا ہوتا رہا ہے۔ لاطینی نے اپنا ایک بیش بہا سرمایہ یونانی
سے حاصل کیا۔ عربی نے لاطینی اور یونانی دونوں سے، فارسی نے ترکی اور عربی سے،
اردو نے فارسی، عربی، ترکی، برج بھاشا، پوربی، اور دوسری ہندوستانی زبانوں اور
پھر یورپی زبانوں جیسے فرانسیسی، جرمنی، روسی، پرتگالی، اور خاص طور پر انگریزی سے
بہت بڑا سرمایہ حاصل کیا۔ انگریزی جیسی بڑی زبان کی وسعت میں کس کس زبان کا
حصہ ہے، اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اردو سے تک وہ متاثر ہوئی اور شاید زبانوں
کی وسعت اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

دوڑ کے بھیک لیجئے گر ہے گداگری کا یہ جس سے ملے جہاں ملے، جو ملے اور جب ملے
ہو جیسے سب سے مستفید ہے یہی اصل اکتساب ترک ملے یا عرب ملے، درس ملے ادب ملے

کسی زبان میں دوسری زبانوں سے استفادہ کی جتنی زیادہ صلاحیت ہو، ظاہر ہے کہ اس کی وسعت اور ترقی کے امکانات بھی اسی قدر ہونے چاہئیں۔ یہ مسئلہ اسی وسعتِ نظر سے دیکھے جانے کا محتاج ہے۔ اردو زبان میں جب ہم اپنی پرانی تمام زبانوں سے استفادے کی ایک وسیع صلاحیت دیکھتے ہیں تو ہم کو اس کے مستقبل کے متعلق بڑی توقعات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس زبان کا صحتِ حِس اور منطقی رجحان اس سے ظاہر ہے کہ نشو و نما کے ابتدائی دور میں اس نے پنجابی، پراکرت، برج بھاشا اور دوسری ہندوستانی زبانوں سے سرمایہ حاصل کیا اور بنیادیں استوار کیں۔ شعری اور ادبی رجحانات کے لیے وہ فارسی کی طرف رجوع ہوئی، اور جب علم و فن کی طرف اس کا رخ ہوا تو وہ فطرتاً انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں کے اثرات قبول کرنے لگی۔

زیرِ نظر کتاب اردو پر ان آخری تاثرات کی ابتدا اور اس کی وسعت کی تفصیل پر حاوی ہے اور مغربی زبانوں کے جو ترجمے اب تک ہماری زبان میں ہو چکے ہیں، ان کی حتی الامکان مکمل تاریخ ہے۔ نقدِ ادب اور تاریخی طریقۂ تنقید کے علاوہ ماخذوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں ایسی کتابوں کی خاص اہمیت ہوتی ہے۔ وہ ایک طرف تو زبان کے کسی خاص میلان کا سبب سمجھنے میں مدد دیتی ہیں تو دوسری طرف تاریخِ زبان و ادب کا ایک اہم باب ہوتی ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی نقطۂ نظر سے دیکھی جانی چاہیے۔

اس کتاب کے ہاتھ میں آنے تک، میری طرح غالباً اکثر حضرات کو ان تفصیلات کا بہت کم علم ہوگا۔ اس کتاب کے مرتب جناب میر حسن صاحب ام اے، کو ترجمے سے خاص شغف ہے۔ انھوں نے اب تک انگریزی کے کئی شہ پاروں کے عمدہ ترجمے اردو میں کیے، جن میں سے بعض ان کی تصنیف "ورڈسورتھ اور اس کی شاعری" کے ساتھ شایع ہو چکے ہیں۔ میر صاحب کو جتنی مہارت ادبی ترجمے میں حاصل ہے، اتنی ہی آسانی سے وہ علمی ترجمے بھی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ "وفاقی مالیات" (مصنفہ جناب میر حسن صاحب نصابی۔ اے۔ ایچ۔ سی ایس حیدرآباد دکن) کا جو ترجمہ انھوں نے کیا ہے، وہ موضوع کی دقت کا اندازہ کرتے اس قدر کامیاب ہے کہ عام طور پر ترجمہ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ ان کی دلچسپی کا لازمی نتیجہ یہ کتاب ہے جس کے موضوع کو انھوں نے کوئی پانچ سال پہلے، ام اے کے مقالے کے لیے انتخاب کیا تھا اور اس وقت تک اس پر برابر کام کرتے رہے ہیں۔

ممکن ہے کہ اس کتاب سے کسی کارنامے کا تذکرہ چھوٹ گیا ہو، لیکن اردو میں اس موضوع پر یہ اولین اور کثیر ترین مواد ہے، جو کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے پیش ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میر صاحب نے مواد کے اکٹھا کرنے میں خاصی محنت اور تحقیق سے کام لیا ہے مواد کی ترتیب کا تاریخی طریقہ جو اس کتاب میں

اختیار کیا گیا ہے، وہ علمی ہے۔ اس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ امید ہے کہ صاحبانِ فکر کے پاس یہ کتاب اہمیت رکھے گی۔

عبدالقادر سروری

۳۰؍ اکتوبر ۱۹۳۹ء

جامعۂ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

ہماری زبان کو ناواقفیت اور زیادہ تر بعض دوسری وجوہات کی بنا پر لوگ ہندی کی ترقی یافتہ شکل قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ ماخذ ایک ہے۔ لیکن یہ دونوں زبانیں جدا جدا ہیں۔

جدید صوتیات نے ثابت کر دیا ہے کہ اُردو ایک مخلوط زبان ہے۔ یوں تو دنیا کی ہر زبان میں دوسری زبانوں کے تھوڑے بہت الفاظ شامل ہو جاتے ہیں۔ لیکن لفظِ مخلوط اُس زبان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو مختلف زبانوں سے مل کر بنی ہو۔ لیکن جن زبانوں سے وہ مل کر بنی ہے، ان میں سے کسی کے نام کا اطلاق اس پر نہ ہو سکے۔ بلکہ جس طرح آکسیجن اور ہیڈروجن کے ملنے سے پانی بن جاتا ہے، اسی طرح یہ آمیزہ ایک تیسری شکل اور نام اختیار کر لے۔

اُردو کا آغاز تقریباً ایک ہزار عیسوی میں جدید آریائی بولیوں کے ساتھ ہوا۔ فاتح و مفتوح کا میل جول اس کی تخلیق کا باعث ہوا۔ وہ اس زبان سے مشتق ہے، جو اس زمانے میں شمالی ہند کے اس حصے میں رائج تھی

جس کی ایک جانب موجودہ شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے اور دوسری جانب الہ آباد۔

پنجاب اور نواحِ دہلی کی زبان میں رفتہ رفتہ اختلافات بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ بالآخر یہ دو حصوں یعنے پنجابی اور کھڑی بولی (ہندی) میں منقسم ہو گئی۔ اردو کی ابتدا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اس تفریق سے پہلے ہی ہو چکی تھی گو یہ واقعہ ہے کہ چونکہ دلی ایک عرصۂ دراز تک مسلمانوں کا مرکز بنی رہی۔ اس لیے اس پر اس کھڑی بولی یا ہندی کے اثرات فطرتاً زیادہ مرتب ہوئے۔ (تفصیل کے لیے ڈاکٹر زور کی کتاب "ہندوستانی لسانیات" ملاحظہ فرمائیے) ایسی صورت میں اردو کو ہندی کی ترقی یافتہ شکل کہنا ایسا ہی مضحکہ خیز ہے، جیسا کہ جہالت اور لاعلمی کی بنا پر اسلام کو بت پرستی کی ترقی یافتہ شکل قرار دینا۔

مسلمانوں نے دہلی کو اپنا صدر مقام بنایا تو یہ زبان ان کے ساتھ یہاں پہنچ گئی۔ یہاں کے حالات اور آب و ہوا اس قدر ساز گار ہوئی کہ یہ کمسن پودا تیزی کے ساتھ نشو و نما پانے لگا۔ فاتحین کے ساتھ اردو دکن میں پہنچ گئی۔ اور سیکڑوں سال تک دکن، دلی، اور لکھنو میں اس کی پرورش ہوتی رہی۔

اس کے بعد جب انگریزی حکومت ہندوستان میں قایم ہوئی تو یہاں کی عام زبان یعنی اردو کو سرکاری زبان کا مرتبہ عطا کیا گیا۔ اور چونکہ یہ کسی خاص فرقے یا صوبے کی زبان نہیں تھی اس لیے انگریزوں نے اسے ہندوستانی کہنا اور لکھنا شروع کیا۔

ہماری زبان باہر کے اور اجنبی لوگوں کے لیے غیر معمولی کشش رکھتی ہے اسی وجہ سے ۱۸۰۰ء اور اس کے بعد سے اس وقت تک انگریزوں نے اس کو بڑی ترقی دی، اردو بولنا اور لکھنا سیکھا۔ لغتیں لکھیں۔ گرامر تیار کیے۔ اور مغربی تصانیف کے ترجمے نہ صرف ہندوستانیوں سے کروائے بلکہ خود بھی کیے۔ علاوہ بریں زبان کی اصلاح اور ترقی کے لیے بہت کچھ روپیہ اور وقت صرف کیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گلکرسٹ اور دوسرے مستشرقین کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اردو کی اس غیر معمولی جاذبیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ آسانی سے اور کم سے کم وقت میں سیکھی جا سکتی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے لوگ ہندوستان پہنچتے ہیں، تو یہاں کی عام زبان یعنی اردو کچھ ہی دنوں میں بولنے لگتے ہیں۔ اور اس سے ہندوستان میں وہی کام لیتے ہیں، جو یورپ میں وہاں کی عام زبان یعنی فرانسیسی سے لیا جاتا ہے۔

راقم الحروف نے ایک نوعمر انگریز پروفیسر کو جو کچھ عرصہ قبل پہلی دفعہ ہندوستان آئے ہیں، دو ماہ تک اردو پڑھائی۔ وہ روزانہ صرف نصف گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ وقت اردو پر صرف کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اب صحیح اور روانی کے ساتھ بول سکتے ہیں۔ یہ بھی ان خصوصیات میں سے ہے جنھوں نے اردو کو آج ثریا کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔

اردو کے مغربی شیدائیوں میں گارساں دتاسی کو بڑی اہمیت حاصل ہے جس نے سب سے پہلے اردو ادب کی تاریخ فرانسیسی زبان میں لکھی۔ اس مشہور مستشرق کے احسانات پر کسی آیندہ صحبت میں روشنی ڈالی جائے گی۔

اردو ایک زندہ زبان ہے۔ اس لیے جن اقوام کو گذشتہ آٹھ نو سال کے دوران میں ہندوستان سے تھوڑا بہت تعلق رہا ہے، ان کے آثار اس کے لغات اور اسالیب میں محفوظ ہیں۔

اردو مشرق کی وسیع ترین زندہ زبانوں میں سے ہے اس کو وسیع تر بنانے کے لیے ہم نے عربی، فارسی، انگریزی جیسی زبانوں کو لوٹ کر بے شمار لغات اور انداز اور اسالیب بیان کا اس میں اضافہ کیا۔ ہندی، تلنگی، مرہٹی، اور دوسری مقامی بولیاں اور زبانیں بھی اردو کی دست درازیوں سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

زبان اردو ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے گزشتہ ہزار سالہ اتحاد کی بہترین اور زندہ یادگار ہے۔ ابتداء سے اس وقت تک یہ برابر ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔ یہ دریا اپنے منبع سے جوں جوں دور ہوتا گیا، اسی قدر زیادہ روانی اس میں پیدا ہوتی گئی۔ اور اس کے خزانے میں ہندوؤں، اور پست قوموں مسلمانوں، پارسیوں اور انگریزوں غرض سب ہی نے حسب استطاعت اضافہ کیا۔

اسی وجہ سے ہماری زبان میں اس وقت مختلف قدیم و جدید مشرقی و مغربی علوم و فنون اور سائنس پر ہزاروں کی تعداد میں تصنیفات، تالیفات اور تراجم موجود ہیں۔ ذیل میں ہم صرف ایسی مطبوعات کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے، جو مغربی زبانوں سے اردو میں منتقل کی گئی ہیں۔

مغربی زبانوں سے اردو تراجم کے اہم مراکز ۱۸۰۰ء سے اس وقت تک انگریزوں اور ہندوستانیوں نے کلکتہ (فورٹ ولیم کالج) حیدرآباد دکن (نواب شمس الامراء بہادر) دہلی (دہلی کالج) اودھ (دارالترجمہ شاہانِ اودھ) اور علی گڑھ (سائنٹفک سوسائٹی قایم کردہ سرسید) میں قایم کیے۔ ان کے علاوہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، دارالمصنفین اعظم گڑھ، دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ، ہندوستانی اکاڈیمی اور اردو اکاڈیمی جامعہ ملیہ دہلی ایسے ادارے ہیں

جو گذشتہ تین پینتیس سال سے مغربی تصانیف کے تراجم شایع کر رہے ہیں۔ علاوہ بریں بے شمار مصنفین، اور مترجمین ہر عہد میں اور بالخصوص انیسویں صدی کے نصفِ آخر سے اس وقت تک انفرادی طور پر ترجمے، اور تلخیص کا کام برابر انجام دیتے رہے ہیں۔

اردو میں اس وقت شکسپیر کے ۱۹ ڈراموں کے ترجمے موجود ہیں۔ ان میں سے بعض ڈرامے مثلاً کامےڈی آف ایررز، اور مرچنٹ آف وینس ایسے ہیں جن کے ترجمے تین تین چار چار مترجمین نے مختلف اوقات میں علیحدہ علیحدہ شایع کیے بیکن کے مضامین کا ترجمہ ہو چکا۔ آج سے تقریباً بیس سال قبل ملٹن کے شاہکار "پیراڈائز لاسٹ" کا منظوم ترجمہ "فردوس گم گشتہ" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں شایع ہو چکا ہے۔ بنین کی مشہور کتاب "پلگرمس پروگرس" کے کئی تراجم ہو چکے ہیں جن میں سے دو کے نام "مسیحی مسافر کا بڑھنا" اور "مسیحی مسافر کا احوال" ہیں۔ ڈیفو کے مشہور شاہکار "رابنسن کروسو" کے ترجمے "بزرگ رابنسن کروسو" اور "کروسو سیاح" وغیرہ کے عنوان سے ہو چکے ہیں۔ سوفٹ کی شہرۂ آفاق کتاب "گلیورز ٹریولز" کا ترجمہ "گلیور کا سفرنامہ" کے عنوان سے اردو میں موجود ہے ڈانٹی کی ریلیس اردو میں منتقل ہو چکی ہے۔ گولڈ اسمتھ کے ڈرامے، ناول، اور بیشتر نظمیں اور دوسری

تحریرات بھی اردو میں آگئی ہیں گبن کی غیر فانی تاریخ "زوالِ یونان وروما" برک کے خطبات اور شیریڈن کے دونوں مشہور ڈرامے اردو میں منتقل ہو چکے ہیں۔ گرے کی لازوال نظم "ایلیجی" کا (جو انگریزی زبان کی بہترین نظم سمجھی جاتی ہے) وفادار شاعرانہ اور معیاری منظوم ترجمہ "گورِ غریباں" کے عنوان سے کیا جا چکا ہے۔ ورڈز ورتھ اور اس کے نظریۂ شاعری اور کلام سے اردو دنیا "ورڈز ورتھ اور اس کی شاعری" کے ذریعے متعارف ہو چکی ہے۔ جس میں اس کی تمام منتخب نظموں کا ترجمہ بھی موجود ہے۔

کولرج، اسکاٹ، سودے، بائرن، شیلی، کیٹس، ٹینیسن، اور براؤننگ کی چیدہ نظموں کے اچھے سے اچھے ترجمے اردو رسایل اور "جذباتِ نادر"، "ارمغانِ فرہنگ" اور دوسری کتابوں کے ذریعے اردو دانوں تک پہنچ چکے ہیں۔ اسکاٹ کے بعض ناولوں کا ترجمہ بھی اردو میں موجود ہے۔ کارلایل۔ مکالے۔ آرنلڈ، رسکن۔ اور ہارڈی کے شاہکاروں سے اردو کا دامن مالا مال ہے۔ برنارڈ شا کے اکثر ڈراموں کے تراجم بھی ہمارے کتب خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

ان کے علاوہ انگلستان، فرانس اور امریکہ کے بے شمار قدیم و جدید

انشا پردازوں، ناول نگاروں، شاعروں، افسانہ نویسوں، اور عام مضمون نگاروں کی بیشتر تصنیفات سے اردو خزانہ معمور ہے۔

سائنس اور دوسرے کارآمد علوم کی کتابوں کا ترجمہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل ہی شروع ہو چکا تھا چنانچہ اس وقت تک جو معیاری کتابیں کیمیا، طبیعیات، حیوانیات، نباتیات، ریاضیات، عمرانیات، نفسیات، معاشیات، سیاسیات، اخلاقیات، مابعد الطبیعیات، طب، انجنیری، قانون، منطق، فلسفہ، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کی اردو میں ترجمہ کے ذریعہ داخل ہو چکی ہیں، ان کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ اگر صرف ان کے نام بھی لکھے جائیں تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے۔ افلاطون کی ریاست پلوٹارک کی سوانح عمریاں۔ میکیاولی کی حکمرانی۔ روسو کا معاہدۂ معاشری موسیو لیبان کا تمدن عرب و تمدن ہند۔ چند مشہور اُردو ترجمے ہیں۔

انیسویں صدی کے تراجم کے متعلق معلومات، علاوہ دیگر ماخذوں کے ایسٹ انڈیا کمپنی، انڈیا آفس، برٹش میوزیم، جرمنی اور فرانس کے کتب خانوں کی فہرستوں کے سوا "الفہرست" "اُردو زبان" "اردو ڈراما، اور اسٹیج کا تاریخی اور تنقیدی مطالعہ" (مقالہ امتحان ام۔ اے پیش کردہ

مخدوم محی الدین صاحب ام۔ اے (عثمانیہ) سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اس مقالہ کی تیاری میں یوں تو کئی کتابوں اور رسالوں کی ورق گردانی کرنی پڑی لیکن بعض کتابیں اور مضامین جن سے عام طور پر مدد لی گئی ہے حسب ذیل ہیں:۔

تاریخ ادب اردو — مولفۂ رام بابو سکسینہ

سیر المصنفین — مولفۂ محمد یحییٰ تنہا

مرحوم دہلی کالج — مطبوعۂ رسالہ اردو بابتہ جولائی و اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء

خطبات گارساں دتاسی — مطبوعۂ رسالہ اردو جنوری سنہ ۱۹۳۴ء

فہرست کتب "برٹش میوزیم" .... مرتبہ بلوم ہارٹ

الفہرست .... مرتبہ سجاد مرزا بیگ

فہرست کتب خانۂ "ایسٹ انڈیا کمپنی"

ترجموں کے مختلف مرکزوں کے قیام اور زمانے کے لحاظ سے ہم نے مقالہ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل آئندہ صفحہ پر درج ہے۔

مرتب نے حتی الامکان اصلی کتابوں سے مواد لینے کی کوشش کی ہے اکثر ترجمے حیدرآباد کے کتب خانوں میں نہیں مل سکے۔ بعض غیر اہم ترجموں و طوالت کے خوف سے عمداً چھوڑنا پڑا۔ جن کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی

ممکنہ اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

ہر دور میں پہلے اجتماعی کوششوں کا ذکر ہے اور ان کے بعد انفرادی کوششوں سے متعلقہ معلومات درج کی گئی ہیں۔

قدیم ترین تراجم

۱۸۰۰ء تا ۱۸۴۳ء

مغربی تصانیف کے اردو تراجم کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب کہ مختلف مغربی اقوام نے ہندوستان میں تھوڑی بہت قوت حاصل کرلی۔ اس سلسلے میں اولین قابلِ ذکر کوششیں عیسائی پادریوں کی ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً انجیل کے مختلف حصوں کے ترجمے کرائے اب تک جو کچھ مواد دستیاب ہوسکا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ انجیل کا ترجمہ پہلی دفعہ ہندوستانی زبان میں بنجامن شلٹز Benjamin Schultz نے ۱۷۴۸ء میں کیا۔

فورٹ ولیم کالج

مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کے ساتھ حکومت بھی شروع کردی اور اس کی قوت روز بروز زیادہ مستحکم ہوتی گئی تجارتی اور حکومتی اغراض کے تحت کمپنی نے ابتدا ہی سے محسوس کرلیا کہ انگریزی ملازمین کو ہندوستان کے رسم ورواج اور معاشرت وزبان سے واقف کرانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس بنا پر انگریزوں کے لیے دیسی تعلیم کا انتظام رفتہ رفتہ کیا گیا۔

وارن ہیسٹنگز نے کلکتہ کے انگریزی حدود میں ایک مشرقی مدرسہ قایم کیا تھا جہاں انگریزوں کے ساتھ ہندوستانی طلبہ کے لیے بھی لکھنے پڑھنے کا انتظام تھا۔

چونکہ کمپنی کے ملازم عام طور پر نوعمر انگریز ہوتے تھے اور انگلستان میں بھی ان کی تعلیم اعلیٰ پیمانے پر نہ ہوتی تھی اس لیے لارڈ ولزلی نے فورٹ ولیم کالج کی جو تجویز پیش کی تھی اس میں ایشیائی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، سنسکرت، اردو، بنگالی، تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کے علاوہ یورپی زبانوں میں لاطینی، یونانی اور انگریزی اور عام تاریخ، شمالی ہندوستان اور دکن کا جغرافیہ، دکن کی تاریخ اصولِ قانون اور تاریخ ہند (قدیم وجدید) کی تعلیم کا انتظام کرانا چاہا تھا۔ لیکن کمپنی نے اخراجات کے ڈر سے اس درس گاہ کو صرف مشرقی زبان کی تعلیم تک محدود کر دیا۔

اس زمانے میں اردو یا ہندوستانی کو عام زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی تعلیمی ضرورتوں کے تحت اردو ادبیات کی تلاش ہوئی۔ اس کا سارا ذخیرہ شعر و شاعری پر مشتمل تھا۔ اس لیے ادبی کتابوں کی تالیف و ترجمہ کے لیے ایک محکمہ قایم کیا گیا۔ اس سررشتہ میں اخلاقی قصص اور بعض تاریخی کتابوں کے ترجمے قدیم مشرقی زبانوں یعنی عربی اور سنسکرت سے کیے گئے دوسرے علوم یا سائنس پر کوئی کتاب اس عہد میں تیار نہیں ہوئی۔

شمالی ہند میں اردو نثر کی باضابطہ ابتدا انگریزی اثر کی بنا پر ہوئی لیکن اول اول اس پر انگریزی یا مغربی اثر بہت کم پڑا اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے فورٹ ولیم میں کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہندوستانی میں نہیں ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ دیسی اہل قلم انگریزی سے ناواقف تھے۔ فورٹ ولیم کالج کے کسی اہم کام کا ذکر مغربی زبانوں سے ترجموں کے سلسلے میں کیا جا سکتا ہے تو صرف اس انگریزی اردو لغت کا جس کا ایک حصہ ڈاکٹر جان گلکرسٹ نے ۱۷۹۶ء میں چھپوایا۔ فورٹ ولیم کالج اس لغت کی طباعت کے دو سال بعد ۱۸۰۰ء میں قایم ہوا لیکن چونکہ گلکرسٹ اس کالج کی روحِ رواں تھے اس لیے ہم نے ان کے کام کا ذکر اس سلسلے میں کر دیا۔

مرزا فطرت نے ول ہنٹر کی مدد سے ۱۸۰۵ء میں انجیل کے عہد جدید کا ترجمہ مرتب کر کے چھاپا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ترجمہ یونانی زبان سے کیا گیا۔ ۱۸۰۸ء میں کپتان ٹیلر نے اپنی لغت شایع کی۔ اس کے بعد ۱۸۱۱ء میں کپتان ٹامس رودک نے لغتِ جہازرانی طبع کرائی جس میں جہازرانی کی اصطلاحوں کے علاوہ ایسے الفاظ کا اردو ترجمہ بھی درج ہے جو کمانداروں کو میدانِ جنگ اور بارکس میں کارآمد ہو سکتے ہیں۔

فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ایک عرصہ بعد یعنی ۱۸۴۵ء کی لکھی ہوئی ایک کتاب دستیاب ہوئی ہے جس کا نام "مجموعۂ گنج" ہے اور جو کلکتہ اسکول بک سوسائٹی پریس میں چھپی ہے۔ یہ کتاب چونکہ اولین تراجم میں سے ہے اور کم یاب ہے اس لیے اس کے کچھ اقتباسات درج کرکے زبان اور طرز بیان کی خصوصیات پر ذیل میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔

کتاب کے نام یعنی "مجموعہ گنج" کے نیچے حسب ذیل عبارت لکھی ہے۔

عقل روشن کرنے والی تعلیموں کا

اور

دانائی سکھانے والی تبلیغوں کا

اس میں

اکثر ملکوں کی بستی اور شہر اور آدمیوں کے احوال کا بیان

ہندوستانی لڑکیوں کے لیے

انگریزی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا"

یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۲۱۰ صفحوں پر مشتمل ہے اور اس میں ۳۸ مضامین

۱؎ بحوالہ معارف بابتہ اکتوبر ۱۹۳۲ء

اور عنوانات ہیں جن کے تحت تاریخ اور جغرافیہ کے ابتدائی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔
کتاب کا سب سے زیادہ دلچسپ حصہ وہ ہے جس میں اس وقت کے
ہندوستان کی کیفیت لکھی ہے۔

اس رسالہ کی عبارت میں قدامت پائی جاتی ہے۔ جملوں کی ترکیب پر
انگریزی تراکیب کا اثر نمایاں ہے۔ بعض ایسے الفاظ بھی استعمال کئے گئے
ہیں جو عرصہ ہوا متروک ہو چکے ہیں۔ تجارت کی جگہ "سوداگری" کا لفظ استعمال
کیا گیا ہے مثلاً "انگریزوں کے وقت میں ہندوستان کی سوداگری خوب چمک گئی"
"نے" کے غلط استعمال اور جملہ کی ترکیب کی اجنبیت ملاحظہ ہو "کمپنی کے سوا
کوئی آدمی پوست کا کھیت کرنے اور افیون مول لینے نہیں سکتا ہے مگر کمپنی
کے حکم سے" امریکہ ملک، بریطن کی ولایت اور انگریز کا ملک
جیسی ترکیبیں جا بجا نظر آتی ہیں۔ جملوں کی ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی
انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔

"ہند کی سوداگری کے بیان میں"

"ہند میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں دوسرے ملک میں لے جا کے بیچنے
سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور ہند میں دولت مند ہونے کا بڑا وسیلہ سوداگری ہے
جو چیزیں آدمی کو ضرور ہیں ان کے بہتات سے پیدا ہونے کے سبب

ہند کے رہنے والوں کو غیر ممالک سے کوئی چیز لانے کی احتیاج کم ہوتی ہے
بلکہ ملک سے بہت چیزیں جو اور ملکوں کے رہنے والوں کو ضرور ہوتی ہیں
خواہ کھانے کی چیز جیسا کہ دہان چاول گیہوں خواہ کسی صنعت کے لیے
ہو جیسا ریشم روئی دوسرے ملک میں لیجاتے ہیں اور اسی سوداگری کے
وسیلہ سے بہت دولت دوسرے ملکوں سے اس ملک میں آتی ہے"
انگریزوں کی عدل گستری اور گذشتہ بادشاہوں کے مظالم کا ذکر
حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے ۔

"اگلے بادشاہوں کے وقت میں انہوں کے ظلم سے لوگوں کے مال
اور ملک میں امن چین نہ تھا اور جس ملک میں امن چین نہ ہو اور معاملہ
مقدمہ میں حق انصاف نہ ہو بلکہ اسامی فریادی میں سے ایک کی
طرفداری ہو تو کون آدمی اپنا روپیہ اور اسباب کے لیے اس ملک
میں جائے گا ۔ اس سبب سے اور ملک کے سوداگر اس ملک میں کمتر آتے
تھے اور یہاں کے آنے والے یورپ کی اچھی اچھی حکمت اور کاریگری
سے بے بہرہ تھے ۔

انگریزوں کے وقت میں ہندوستان کی سوداگری خوب چمک گئی اور بہت
فائدہ مند ہوئی اور اس سوداگری سے بہتیرے غریب دولتمند ہوئے ۔

اور اکثر دولتمند بہت روپے والے ہوئے۔ سچ ہے انصاف کے درخت میں بھی پھل ہوتا ہے اور امن و امان سے ہوتا ہے اور خلایق اور رعیت خواہ نزدیک کے ہوں خواہ دور کے سب خوشی سے گذران کرتے ہیں:۔

اس کے بعد ہندوستان کی چھ پیداواروں کی کیفیت لکھی ہے یعنی نیل، روئی، افیون ململ اور کپڑے، ریشم اور شورہ اس باب کے چند حصے بہت دلچسپ ہیں مثلاً :۔

"۱۔ تیس برس سے نیل کی کھیتی بہت ہوتی ہے، اور نیل تیار کرنے کے کارخانے بھی انگریزوں کے عمل میں بہتات سے بنے ہیں۔ کپڑا رنگنے کے لیے نیل بڑا کام آتا ہے اس ملک میں ہزار من کے قریب ایک برس میں نیل پیدا ہوتا ہے اگر ایک من نیل کی قیمت ۱۵۰ روپے ہوں تو ایک برس کے محاصل ایک کروڑ بیس لاکھ روپے ہوں گے۔ یہاں سے بہت نیل انگریز کے ملک میں جاتا ہے، اور وہاں سے اور ملکوں میں جاتا ہے۔"

۲۔ روئی

"آگے بنگالہ میں روئی بہت پیدا ہوتی تھی۔ لیکن اب دوآبہ

میں اس کی کھیتی بہت ہوتی ہے۔ بہت روئی چین کے ملک میں جاتی ہے
لیکن تین چار برس سے انگریزوں کی ولایت میں بہت جاتی ہے
اور وہاں اس روئی سے کپڑے بنے جاتے ہیں اور بہتیرے لوگ
اسی وسیلے سے روٹی کماتے ہیں۔

۳۔ افیون

صوبہ بہار اور بنارس میں بہت افیون پیدا ہوتی ہے اور
کمپنی کے سوا کوئی آدمی پوست کا کھیت کرنے اور افیون مول لینے
نہیں سکتا ہے مگر کمپنی کے حکم سے۔ جب کلکتہ میں افیون آتی ہے
سوداگر سب مول لے کے چین اور ملائے بھیجتے ہیں ....

۴۔ ململ اور کپڑے

"ہند کے ملکوں میں ہر برس ململ بہتات سے تیار ہوتا ہے۔
خصوصاً ڈھاکہ کی ململ ....
....
"چونکہ امریکہ ملک میں اکثر آدمی کھیت کرتے ہیں وہاں سوتی
یا ریشمی کپڑا کم ہوتا ہے۔ اس لیے اس ملک کے سوداگر بہت کپڑا
کلکتہ سے مول لے جاتے ہیں اور کپڑا بیچ کے وہاں سے ڈالر لاتے ہیں

لیکن تھوڑے دنوں سے یورپ اور امریکہ کے لوگ کپڑا تیار کرنے
میں بڑے مشغول ہیں۔"

۶۔ شورہ

"شورے سے بارود بنتی ہے کمپنی کے بارود خانے میں
بہت خرچ ہوتا ہے برٹین کی ولایت انگلستان میں بھیجا جاتا ہے
ہند کی انھیں چھ چیزوں سے سوداگری کرتے ہیں اور ایک ملک سے
دوسرے ملک میں لیجا کے بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔"
ایک عنوان یہ ہے:۔

"غرض ملک ہندوستان میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور نباتات
کی قسم سے جو ہند میں کثرت سے ہوتی ہیں اور انگلینڈ میں نہیں ان
کا بیان۔

پہلے گنا جس سے چینی اور قند یا مصری اور گڑ بنتا ہے۔ انگلینڈ
میں گنا ہوتا نہیں اس لیے جس قدر چینی وہاں خرچ ہوتی ہے
اکثر ہند غربی یعنے پچھاں سے لیجاتے ہیں۔ اس ملک کی چینی
بھی انگلینڈ میں لیجا سکتے اور وہاں کے لیے کفایت بھی کر سکتی ہے

لیکن یہاں کے لوگوں کو چینی صاف کرنے میں سلیقہ کم ہے یہاں
کی چینی انگلینڈ میں لیجانے سے جس قدر فائدہ ہوگا یورپ کی چینی
سے اس قدر نہیں"۔

تمباکو کے عنوان کے تحت آخر میں لکھا ہے:۔
"امریکہ ملنے کے بعد پرتگیز لوگ وہاں سے جلد یہاں لائے۔
امریکہ ملنے کے آگے کسی ملک میں تمباکو نہ تھا"
"چوتھا نیل۔ انگلینڈ میں نیل اصلاً پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لیکن
امریکہ ملک میں اس کا کھیت ہوتا ہے"
"سن بھی ہندوستان کی سوداگری کی چیزوں میں سے ایک چیز ہے"۔
کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ ہندوستانیوں کو چاہیئے کہ مغربی علوم کو
اپنی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کریں۔
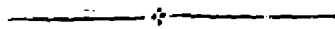
شمس الامرا کے تراجم

اس زمانے میں اردو ترجموں کا دوسرا اہم مرکز شہر حیدرآباد تھا۔ حیدرآباد کے امیر کبیر نواب فخر الدین خاں شمس الامرائے ثانی بڑے علم دوست آدمی تھے۔ نواب موصوف نے اپنے اطراف علما کا ایک گروہ جمع کر لیا تھا جن میں سے بعض درس و تدریس میں اور اکثر تصنیف و تالیف میں مصروف تھے۔ گلزار آصفیہ کے مولف نے نواب کے علم و فضل اور علمی دلچسپیوں کے متعلق لکھا ہے۔

آں[1] سرخیل امرائے نامدار امیر پرست صاحب شان و شوکت و شکوہ ....

صاحب تصانیف علوم حکمت علی الخصوص در علوم ریاضی کہ عبارت اند ہندسہ و ہیئت باشد و نیز در علم جر ثقیل رسالہ ہائے عمدہ تصنیف فرمودہ ستہ شمسیہ کہ مشہور آفاق اند۔ در نفس الامر علوم ریاضی را آں قدر سہل و آسان ترنمود کہ خلقے در اندک توجہ و شوق بحصول مقاصد و مطالب بلند و آب دل پسند ارجمند رسید اگر بوعلی سینا زندہ می بود

---

[1] گلزار آصفیہ

داد ایں تحریر دل فزای می داد ....

"معہذا مدرسہ ہائے متعدد در بلدہ حیدر آباد با استادان کامل علوم مقرر فرمودہ کہ طفلانِ غربائے بیشمار شبانہ روز بہ تحصیل علوم نقلی و عقلی مشغول و مصروف اند ....

نواب فخرالدین خاں کو ریاضیات اور علوم ہیئت سے خاص شغف تھا اپنی علم دوستی اور علمی دلچسپی کی وجہ سے انھوں نے اپنے زمانے میں جو تراجم خاص اہتمام کے ساتھ اپنے سنگی چھاپہ خانہ میں چھپوائے وہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ ترجمے مستند اور اعلیٰ پایہ ہونے کے باوجود ان کی شہرت حیدر آباد سے باہر بہت کم ہوئی۔ اور خود حیدر آباد میں موجودہ زمانے کے علما میں بہت کم ایسے ہوں گے جو نواب موصوف کی تمام علمی تجویزوں اور تصانیف سے کما حقہٗ آگاہی رکھتے ہوں گے۔ جدید علوم سے نواب کی دلچسپی نے انھیں نہ صرف بعض مستند انگریزی کتابوں کے ترجمے اردو زبان میں کرنے پر مجبور کیا بلکہ انھوں نے کئی رسالے طبعزاد بھی لکھے۔ اس کام کے سرانجام کے لیے کئی علما نواب نے ملازم رکھے تھے۔ ایک رصدگاہ "جہاں نما" تعمیر کرائی تعلیم کے لیے مدارس قائم کیے اور کتابیں چھاپنے کے لیے سنگی مطبعے خانگی طور پر جاری کیئے۔ اردو میں علمی کتابوں کے

تراجم کی ایسی منظم انفرادی کوشش نواب فخرالدین خاں کے سوا شاید ہی کسی نے کی ہو۔

حکمۂ تلاش اور جستجو کے بعد ہمیں نواب فخرالدین خاں کی حسب ذیل کتابوں کا حال معلوم ہوا ہے۔

"رسالہ مختصر جرثقیل" اور "رسالہ اصول حساب ۱۲۵۲ھ"

"رسالہ کسورات اعشاریہ" ۱۲۵۲ھ

"رسالہ اسطرلاب کروی" ۱۲۵۵ھ

"رسالہ شمسیہ" ۱۲۵۵ھ یہ مجموعہ حسب ذیل چھ رسائل پر مشتمل ہے:-

"رسالہ علم جرثقیل" "رسالہ علم ہیئت" "رسالہ علم آب" "رسالہ علم ہوا" "رسالہ علم انظار" (اس کے آخر میں علم مقناطیس بھی شامل ہے) "رسالہ علم برق"

"کیمسٹری کا مختصر رسالہ" ۱۲۵۹ھ

"رسالہ مفتاح الافلاک" ۱۲۶۰ھ

"رسالہ کیمسٹریکا" ۱۲۶۱ھ

"رسالہ مختصر حیوانات مطلق" ۱۲۶۴ھ

ابتدائی چار رسالوں اور "رسالہ مختصر حیوانات مطلق" کے ہیں صرف نام معلوم ہوئے ہیں رسالہ مفتاح الافلاک نصیر الدین حیدر والی اودھ کے حکم سے چھپا تھا۔" اہل حیدرآباد کے نفع کی خاطر" نواب فخرالدین خاں نے اسے اپنے سنگی چھاپہ خانہ میں چھپوا کر تقسیم کیا۔ اسی طرح رسالہ کیمسٹری پہلے آگرہ میں چھپا۔ حیدرآباد کے طالب علموں کے فائدے کی غرض سے نواب صاحب موصوف نے سے اپنے یہاں دوبارہ چھپوایا

نواب فخرالدین خاں شمالی ہند کی علمی کوششوں سے بھی واقف تھے۔ برخلاف اس کے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ شمالی ہند کے علما کو جنوب کے ترجموں سے واقفیت تھی۔ یہاں اکثر اصطلاحات کے ترجمے کر لیے گئے تھے لیکن وہاں ترجموں میں زیادہ تر انگریزی اصطلاحات ہی مستعمل تھیں مثلاً 'اسڈ' کا ترجمہ یہاں کھٹا کیا گیا تھا لیکن وہاں انگریزی اصطلاح ہی مستعمل تھی۔ اسی طرح نیٹرک اسڈ کو یہاں شورہ کا کھٹا کہتے تھے لیکن شمال میں اصل اصطلاح ہی استعمال کی جاتی تھی۔

نواب شمس الامرا نے اپنے پاس سے جو کتابیں شایع کیں ان کی زبان سادہ سلیس اور عام فہم ہے۔ برخلاف اس کے شمالی ہند کی جو کتابیں انھوں نے اپنے مطبع میں چھپوائیں اس قدر عام فہم نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شمس الامرا کے

مترجمین کو اپنے موضوعوں پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔ شمال کی زبان پر عربیت کا اثر زیادہ تھا مثلاً دکن میں ہیڈرو اسٹاٹکس اور اوپٹکس کا ترجمہ علی الترتیب علم آب اور علم انظار کیا گیا تھا۔ اور شمال کے مترجمین نے علم الماء اور علم الانظار لکھا ہے۔

شمسیہ کے دیباچہ عمومی میں نواب فخر الدین خاں نے لکھا ہے۔

"بندہ نیاز مند درگاہ ایزدی کا محمد فخر الدین خاں المخاطب بہ شمس الامراء اس طور پر گذارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابیں چھوٹی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبان فرہنگ میں مرقوم ہیں بہ سبب میلان طبیعت کے بہت شوق اس طرف رکھتا تھا میری سماعت میں آئیں۔ اس جہت سے چند مسائل ان کے ازبر تھے وہ اگرچہ بعضے علوم فلاسفہ زبان عرب و عجم میں بھی مشہور ہیں چنانچہ علم جر ثقیل اور علم انظار وغیرہ مگر اس قدر نہیں ہیں کہ جیسا اب اہل فرہنگ نے ان کو دلائل و براہین سے بدرجۂ کمال اثبات کیا ہے۔ بلکہ بعضے علوم اہل فرہنگ میں ایسے رواج پائے ہیں کہ ان کا نام بھی یہاں کے لوگوں نے نہیں سنا چنانچہ علم آب اور ہوا اور برق اور مقناطیس اور کیمسٹری وغیرہ۔ اس واسطے مدت سے ارادہ تھا کہ مبتدیوں کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبان فرہنگ سے ایسی ترجمہ کی جاوے کہ فرصتِ قلیل میں اس کی معلومات سے طالبوں کو

کچھ کچھ فائدہ میسر ہووے کس واسطے کہ اگر بڑی بڑی کتابوں کا ترجمہ ہوگا تو طالبوں کے ذہن پر اُس کے مطالعہ کا بار ہوگا اور مختصر رسالوں کے دیکھنے سے ان کی طبیعت آشنائے علوم ہو جائیگی پھر طالبین از خود ارادہ مبسوط کتابوں کے دیکھنے کا کریں گے۔ چنانچہ ان دنوں میں بحسب مدعا چند رسالے مختصر علوم فلاسفہ کے بطریق سوال و جواب کے لکھے ہوے ریوری رنڈ چالس صاحب کے انگریزی زبان میں جو ۱۸۱۶ء میں بیچ شہر لندن کے چھاپے گئے تھے بہم پہونچے ان میں سے رسالہ علم جر ثقیل اور علم ہیئت اور علم آب اور علم ہوا اور علم انظار کہ اس کے آخر میں مقناطیس کا رسالہ بھی شریک تھا اور علم برق کا کہ ہر ایک ان سے بدرجۂ اوسط نہ بہت کم نہ بہت زیادہ لکھا ہوا تھا اور ہرچند ترجمہ ان علوم کا ہر ایک زبان میں قلمرو اہل فرہنگ میں رواج پایا ہے مگر نظر کرتے فایدے ساکنان بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد .... میر امان علی دہلوی اور غلام محی الدین حیدرآبادی اور مسٹر جونس اور موسلی تندوسی کو جو ملازمین سرکار ہیں حکم کرنے میں آیا کہ ان علوم مذکور کو زبان انگریزی سے اردو زبان میں ہمارے روبرو ترجمہ کریں۔ چنانچہ بفضل حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ چھے رسالے ترجمہ ہوئے مگر بعضے اسما انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی

میں نہ میسر ہوئے ان کو اس زبان اصلی میں بحال رکھنے میں آیا اور یہ چھے رسالے جو ترجمہ کیئے گئے چھے علم پر مشتمل ہیں اس واسطے نام ان کا شمسیہ رکھا گیا۔

.... مادہ تاریخ اس رسالہ کا گزرانا ہوا غلام محی الدین کا یہ ہے۔

این تالیف شمس الامرا

۱۲۵۵

ان علوم کے طالب علموں سے یہ امید ہے کہ وقت مطالعہ اس کتاب کے اگر کچھ سہو عبارت میں پاویں تو اس کے صلاح دینے میں دریغ نہ کریں"

جو زبان ان رسائل میں استعمال کی گئی ہے اس میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ایسے الفاظ نظر آتے ہیں جو بعد میں متروک ہو گئے مثلاً "وے"، "آوے"، "انھوں" اور "کہیو" وغیرہ

جملوں کی ترکیب اور ساخت کی قدامت کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"چھپوایا تھا بیچ لندن میں"

"واسطے سیکھنے اور دل دہی نوشیابوں کے"

"گولی جو مصنوع انسان کی ہے"

"گونج نہیں پیدا ہونے کی بغیر اس کے کہ ...."

"فہرست رسالہ علم آب مشتمل ہے اوپر دیباچہ اور بائیس گفتگو کے۔"

"جو جسم کہ اس کا ثقل پانی سے کم ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ لکھنو اور دہلی کے ابتدائی زمانے کے شاعروں کی طرح 'نے' کے استعمال میں انھوں نے بھی اپنے آپ کو پابند نہیں کیا۔ مثال ملاحظہ ہو۔

"استادوں نے دریافت کیے ہیں کہ"

بعض مقامات پر اسم کیفیت یا حاصل مصدر کے بجائے مصدر کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً "ہوا کے دو جسموں کے تصادم سے گرجنا پیدا ہوتا ہے"

بعض جگہ داخل کرنا، دل لگی، امتحان اور صرف کرنا جیسے الفاظ کو ایسے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں وہ اب مستعمل نہیں ہیں۔

شکر کو باسن میں داخل کرنا (بمعنی ڈالنا)

واسطے سیکھنے اور دل لگی نوشیابوں کے (دلچسپی)

یہ آلہ پانی کو چڑھانے کی غرض سے صرف کیا جاتا ہے (استعمال)

بعض الفاظ کا املا بھی قدیم ہے مثلاً

کنوئیں کو "کوے" اور "کو" "وو" لکھا ہے۔

انگریزی الفاظ کے ہجا کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ ہیڈروسٹاٹکس کہیں 'ھ' سے لکھا ہے اور کہیں 'ح' سے۔

سائنس کی بعض اصطلاحات کے ترجمے کر لیے گئے ہیں اور بعض انگریزی تلفظ کے مطابق اردو میں لکھے گئے ہیں۔ ترجمے ملاحظہ ہوں۔

علم آب کی ترازو .... Hydro Static Balance.

غوطہ زنوں کا آلہ ....

پانی چڑھانے کا پمپ ....

چوسنے کا پمپ .... sucking pump.

زبردستی کا پمپ .... Force pump

کلاں بیں .... Microscope

ہوا کی بندوق .... Air gun.

آلۂ تحلیل ....

مدامی پون ....

موسمی پون .... Monsoon.

تبدیلی پون ....

بخار کا آلہ ....

نقشہ نویسی کا صندوق۔ ....

قندیل سحر نما۔ ....

انحرافی دوربین ....

منعکس دوربین۔ .... Reflecting telescope.

آئینہ ہزار چشمی۔ ....

موازی شعاعیں .... Parallel Rays.

انقباضی شعاعیں .... convergent Rays.

انبساطی شعاعیں .... Divergent Rays.

انحرافی روشنی .... Defracted light.

منعکس روشنی .... Reflected light.

دنبالہ دار ستارہ .... comet.

جن انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ان میں سے

بعض یہ ہیں۔ ....

ہیڈرامیٹر ....

بیرامیٹر ....

تھرمامیٹر ....

پیرامیٹر۔
ہیگرامیٹر۔

ترجمے کی زبان مندرجۂ بالا خصوصیات کی حامل ہونے کے باوجود سادہ اور سلیس ہے پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مباحث کے سمجھنے میں بھی عام پڑھنے والے کو کوئی دقت پیش نہیں آتی اس سے ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنے والوں نے اصل کتاب کے مطالب کو پوری طرح اور خوبی کے ساتھ سمجھ لیا تھا اس لیے کسی مقام پر بھی معنوی تعقید پیدا نہیں ہونے پائی۔ عبارت میں ترجمہ پن نہیں پایا جاتا۔ افسوس کہ باوجود تلاش کے ریورنڈ چالس کی اصل کتابیں ہمیں نہیں مل سکیں۔ اس لیے یہ نہیں بتلایا جاسکتا کہ ترجمہ اصل سے کہاں تک مطابق ہے۔ یہ کتابیں سوال وجواب کی طرز پر لکھی گئی ہیں اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

"تعریفات اور کیفیات علم آب"

"علم آب جس کو یونانی زبان میں ہیڈرس ٹاٹکس کہتے ہیں علم فلسفی طبیعی کی ایک نوع ہے جو طبیعت اور ثقل اور دباؤ اور حرکت اکثر سیال کی ظاہر کرتا ہے۔"

"وہ اجزا کہ جن سے سیال بنا ہے فرض کیے ہیں کہ نہایت خرد اور کروی

اور منفصل ہیں، اور یہ بھی فرض کیا گیا ہے کہ وے اجزا نہایت سخت اور بہت
دبنے کے قابل نہیں ہیں یہ جو جسم کہ اس کا ثقل پانی سے کم ہے اس قدر پانی میں
ڈوبے گا کہ ایک مقدار آب اس جسم کے ٹکڑے کے برابر جو پانی کی سطح کے نیچے
ہے اس کے تمام جسم کے ہموزن ہوگا" ہیڈرامیٹر کو شراب آتارنے کی جالیوں میں
شراب کی قسمیں دریافت کرنے اور ان کا محصول مقرر کرنے کے کام میں لاتے ہیں"

"سفن ایک مدور نلی ہے"

"کوے سے پانی کا چڑھنا چوسنے کے پمپ میں ہوا کے دباؤ سے
ہوتا ہے اور ۳۲ فیٹ تک چڑھتا ہے"

"ہمیشہ پانی کی یکساں دھار دونوں نلوں میں کے ڈٹوں کے متواتر
حرکت کرنے سے حاصل ہوتی ہے"

"پہلی گفتگو"

تلمیذ کلاں۔ تلمیذ خرد۔ ہیڈروسٹاٹکس کمال لفظ ثقیل اور
اجنبی ہے۔ استاد۔ اکثر نام جو ان علوم میں آتے ہیں یونانی ہیں اور ہر لفظ دوسری
زبان کا جب تک محاورے میں نہ آوے ثقیل معلوم ہوتا ہے اور اصل وضع
سے بعضے نام کے معنی مفرد ہوتے ہیں۔ اور بعضوں کے مرکب۔ پس یہ
نام دو لفظوں سے مرکب ہے ایک ہیدرو جو اس زبان میں پانی کو کہتے ہیں۔

دوسرا اسٹاٹکس مطلقاً اُس علم کو کہتے ہیں جس سے ثقل وخفت اجسام کی
معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ اس علم سے مقتضائے طبیعت تمام اجسام کا اور
خفت انھوں کی اور حرکت کرنا .... انھوں کا اور
ترکیبیں اجسام غیر سیال کے وزن کرنے کی انھوں میں دریافت کرتے
ہیں اس جہت سے اس علم کو حیدرو اسٹاٹکس یعنے علم آب کہتے ہیں۔"

نواب شمس الامرا نے علم کیمیا کی بعض انگریزی کتابوں کا ترجمہ کروایا
تھا۔ کتب خانہ آصفیہ میں ہیں "کیمسٹری کا مختصر رسالہ" لا مصنف کا نام
ریورنڈ جان ٹائم ہے۔ کتاب قلمی ہے۔ دیباچہ میں لکھا ہے:-

"یہ رسالہ مختصر علم کیمسٹری کا حسب الحکم حضرت نواب صاحب قبلہ
نواب شمس الامرا بہادر امیر کبیر دام اقبالہ کے ترجمہ کیا گیا کہ جس میں تھوڑی
اور ترکیب عناصر اور چند اصول علم کیمسٹری کا بیان ہے اگرچہ اس علم کی
بڑی بڑی کتابیں مع دلائل انگریزی زبان میں ہیں لیکن ساکنان فرخندہ
بنیاد حیدرآباد کو بالکل آگاہی نہ تھی اس واسطے ریورنڈ جان ٹائم
صاحب کا مختصر رسالہ انگریزی زبان سے اردو عبارت میں لکھا گیا کہ
نا واقف لوگوں کو کچھ کچھ اس علم کے اصطلاحات سے آگاہی ہو اور
اور یہ رسالہ ترجمہ ہوا تو باب اور سوا امتحانات پر۔ سنہ ۱۲۵۹ مطابق سنہ ۱۸۴۳

کتاب کے شروع میں اصطلاحات کے ترجموں کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ "نام دوایوں کے انگریزی معہ ترجمہ"

سلفرک اسڈ ۔ گندک کا کھٹہ (کھٹا)

میوراٹیک اسڈ ۔ کھانے نمک کا کھٹہ (")

نیٹرک اسڈ ۔ شورے کا کھٹہ (")

آلو آئیل ۔ زیتون کا تیل

ٹرمرک ۔ ہلدی

مرکری ۔ پارا

سلفٹ آف کوپر ۔ نیلا طوطا

نیٹرٹ آف پٹاس ۔ شورہ

سوب برٹ آف سوڈا ۔ سہاگہ

نٹریٹ آف سلور ۔ سفوف نقرہ

نٹریٹ آف کاپر ۔ تانبے کا شورہ

گولڈ لیف ۔ سونے کے ورق

ٹرمرک پیپر ۔ ہلدی کے پتے کے رس میں بھگایا ہوا کاغذ۔

بعض انگریزی اصطلاحات مثلاً سنتھی سس، انیلیس، سوڈیم، پٹاسیم وغیرہ کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"کیمسٹری وہ علم ہے کہ جس سے اجسام کا باہم عمل دریافت کیا جاتا ہے اور اس سے اجسام قدرتی کے اجزا نمود ہوتے ہیں خواہ حالت بساطت میں ہوں یا حالت ترکیب میں اس علم کے مرکبات کی ذات کو پہچاننے کے واسطے دو ترکیبیں ہیں چنانچہ سنتھیس اور انیلیس سنتھیس ایک لفظ ہے کہ اس کا معنی دو جسم یا زیادہ اجسام سے اتصال کیمسٹری حاصل کرنا ہے۔ اور انیلیس وہ لفظ ہے کہ اس کا معنی ہر ایک جسم کو جدا کرنا اور جدی جدی حالت میں دکھلانا ہے"

یہ رسالہ کل "سو امتحانات" یعنے تجربوں کے بیان پر مشتمل ہے اس کا حجم ۹۹ صفحے ہے۔ ایک تجربہ کا بیان ملاحظہ ہو۔

"ایک گرین (سوڈیم) اور ایک گرین (پٹاسیم) لے کر ایک چھوری کی نوک سے دونوں کو خوب ملاؤ بعدہٗ ایک قطرہ پارے کا ان کے نزدیک لیجاؤ۔ یہ دونوں جل جائیں گے اور ایک آنچ پیدا ہو گی"

اس کتاب کی زبان میں بھی وہی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو سدہ شمسیہ کی زبان کے متعلق بیان ہوتی ہیں۔ یعنی جملوں کی ترکیب اور ساخت قدیم ہے۔

اور جو نحوی غلطیاں اس زمانے کی عام اُردو کتابوں میں پائی جاتی ہیں وہی ہمیں یہاں بھی نظر آتی ہیں۔ انداز بیان ایسا ہے کہ تمام مسائل بآسانی سمجھ میں آتے ہیں۔

اس کے دو سال بعد یعنی ۱۲۶۱ھ میں "رسالہ کیمسٹری" شائع ہوا ابتدا میں حمد کے بعد لکھا ہے۔

"دانشمندان ذی فہم پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ رسالہ ہے مختصر چند علوم کیمسٹری کے بیان میں کہ اس علم میں ترکیب عناصر کی حقیقت جو زبان فرہنگ میں اس کو کہتے ہیں پائی جاتی ہے اور یہ علم بہت عجیب و غریب ہے کہ اس کی تحصیل اہل حکمت کو ضرور اور لازم ہے اور یہ علم اہل فرہنگ کی زبان میں مندرج تھا لیکن حال میں ایک رسالہ اس علم کا ہندوستان سے شہر آگرے کا چھپا ہوا ایسا آیا تھا کہ اس میں ایک صفحہ انگریزی زبان کا اور دوسرا صفحہ اس کے ترجمے کا اردو زبان میں لکھا ہوا تھا۔ اگرچہ وہ دوبارہ محتاج چھاپنے کا نہ تھا مگر یہاں طالبوں کے فائدے کے لئے اس کے اردو ترجمے کو علیحدہ لکھوا کر چھپایا گیا"

اس کتاب کی زبان میں وہ سادگی اور روانی نہیں پائی جاتی جو "کیمسٹری کا مختصر رسالہ" میں پائی جاتی ہے۔ بہتیرے انگریزی اصطلاحات

کا ترجمہ نہیں کیا گیا اس وجہ سے جگہ جگہ انگریزی الفاظ عبارت میں نظر آتے ہیں انھیں اسی طرح رکھ کر مفہوم سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:—

ڈاکامپوزیشن۔ — نان کنڈکٹر (بعض مقامات پر نن کنڈکٹر بھی لکھا ہے)

الیکٹرسٹی۔ — پسٹن۔

نیٹرک آسڈ۔ — سلنڈر۔

تھرمامیٹر۔ — کاسٹک

کنڈکٹر۔ — میگنشیا۔

جن اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

قوت جاذبہ، خواہش، رغبت، محبت۔ Attraction.

قلم۔ crystal. — گھلنے کی خاصیت Solludility

مہوس۔ chemist. — لہون iron filings

جامد۔ solid. — شعلہ گیر۔ inflamable

سیال Liquid fluid — سہاگہ Borox

ہوائی gas. — نشاستہ starch.

سنگ چقماق۔ — مرشش

گلٹھی۔ حرارت Heat.

اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ کتاب "بطریق مکالمہ" لکھی گئی ہے۔
اصل انگریزی کتاب اور مصنف کا نام نہیں دیا گیا ہے۔ اس کا بھی کہیں
ذکر نہیں کیا گیا کہ ترجمہ کس شخص یا جماعت نے کیا۔
سوال: کس طرح معلوم کیا جاتا ہے کہ فلانی چیز آسڈ ہے یا نہیں۔
جواب۔ پہلے مزے دو مرے یہ کہ جتنی نیلی چیز نباتاتی اس میں ڈالی جاوے
ان کو سرخ کر دیتا ہے۔
سوال۔ سلیفورک آسڈ کیا کام آتا ہے۔
جواب۔ رنگین کپڑے کو جو سفید کیا چاہیں، تو یہی اس کی دوا ہے اور اس کی
خاصیت یہ ہے کہ تین حصے پانی میں اس کا ایک حصہ ملا دیا جاوے تو
اس کی گرمی تین سو درجے تک تھرما میٹر کے ہوتی ہے۔ تو کھولتے پانی
کی گرمی سے اس کی گرمی سیوم حصہ زیادہ ہے اور اس کے سبب سے
جو ہیڈروجن گاس نکلتا ہے اس کی ترکیب آگے ہی لکھی گئی ہے"
ایک اور مقام سے تھوڑی سی عبارت نقل کی جاتی ہے۔
سوال۔ ڈیکامپزیشن کے کیا معنی ہیں۔
جواب۔ کسی مرکب کے اجزائے بسیط کو جدا کرنا۔ مثلاً ایک روٹی لو اور اس میں

جو میدا خمیر نمک پانی ہے ان کو ایک دوسرے سے جدا کرو۔ یہی ڈیکامپزیشن کہلاتا ہے اسی طرح آب و آتش خاک و باد ہر ایک ان میں سے ڈیکامپزیشن ہو سکتا ہے۔

سوال۔ اگر یہ سب مرکب ہیں تو کونسی چیز بسیط ہے۔

جواب۔ یوں تو پچاس ساٹھ چیزیں بسیط ہیں پر یہاں چاروں مفرد نہیں چنانچہ ہوا دو چیزوں سے مرکب ہے یعنی اکسیجن اور نیٹروجن اس کا بیان مفصل آگے ہوگا“

”نواب فخر الدین خاں کے فرزند عمدۃ الملک نواب رفیع الدین خاں نے ”مغربی اور جدید ترین علوم و فنون کو اردو میں منتقل کرنے کی کامیاب کوششیں کیں“ ان کے ایما سے رسالہ علم ہندسہ ۱۲۵۱ھ، رفیع الحساب ۱۲۵۲ھ، رفیع البصر، رفیع الصنعت اور رفیع التراکیب ۱۲۵۸ھ جیسی متعدد کتابیں شایع ہوئیں لیکن ٹھیک طور پر معلوم نہیں کہ یہ تصانیف ہیں یا تراجم۔ رفیع الدین خاں کی بعض کتابیں ان کے والد نواب فخر الدین خاں کی زندگی میں شایع ہوئیں۔

نواب ابوالخیر خاں بہادر ناموَر جنگ شمس الامرا کے حکم سے ۱۲۸۷ھ میں جان مارقس ساکن حیدرآباد نے الیمانی ہانیمن صاحب کی ایجاد، ”رسالہ ہومیوپاتک“ کا ترجمہ کیا۔ یہ کتاب مطبع رحمانی حیدرآباد میں چھپی ہے۔ اور

۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

ترجمہ کی عبارت فارسی آمیز ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:—

"حق تعالیٰ عز شانہ نے انسان ضعیف البنیان کو عقل سے مکمل کیا اور ضرورت اور منفعت کے صدہا فواید بخشا جس کے سبب بنی آدم کا رتبہ اشرف المخلوقات ہے۔ انسان بیماری دور کرنے کے لئے قوت کثیف اور معین اپنے اندر رکھتا پس اس عقل پر واجب ہے کہ جسم کے امراض رفع کرنے سریع التاثیر اور قوی الحل کے علاج کو معلوم کرے جو مشیت ایزدی سے اس کے وجود میں مطلقاً نہیں ہے۔ لیکن جب یہ بات ہم کو قدرت سے مرحمت نہیں ہوئی تو اس طبیعت کو ہمارے حاجتوں کے لئے کافی نہ جاننا چاہیے۔ بلکہ بہبودی اور خورمی کے واسطے عقل کے جزائے کو لاتعین طور سے صرف کرنا ضرور ہے۔" [1]

---

[1] نواب شمس الامرا بہادر کے علمی کارنامے مطبوعہ سالنامہ بزم اردو جامعہ عثمانیہ بابتہ ۱۳۴۲ف

شاہانِ اودھ

اس عہد میں اردو ترجموں کا تیسرا اور آخری مرکز لکھنو تھا۔
شاہان[1] اودھ نے لکھنو میں جدید مغربی علوم و فنون کی بعض کتابوں کے
ترجمے کرائے جو مطبع سلطانی میں چھپ کر شائع ہوئے سید کمال الدین حیدر
لکھنوی نے جدید علوم پر انیس 19 رسالوں کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں
کیا۔ ان میں سے بعض کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) رسالہ ہیئت مصنفہ ڈاکٹر ولسن
(۲) رسالہ دیگر ہیئت مصنفہ ڈاکٹر برنگلی
(۳) رسالہ علوم طبیعہ (فزکس)
(۴) رسالہ قوت مقناطیس
(۵) رسالہ علم الکیمیا
(۶) رسالہ علم المناظر
(۷) رسالہ علم الماء
(۸) رسالہ علم الھوا
(۹) رسالہ علم الحرارۃ
(۱۰) رسالہ مقاصد العلوم مصنفہ لارڈ برام

آخر الذکر کتاب یعنی رسالہ مقاصد العلوم لارڈ بروھم کی انگریزی کتاب

۱۔ قیصر التواریخ بحوالہ معارف بابت فروری ۱۹۱۶ء۔

کا ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ ۱۸۴۱ء میں مطبع سلطانی میں طبع ہوا۔ اس میں مختلف علوم کے فوائد اور ان کے مقاصد اور موضوعوں کی تشریح کی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں مترجم نے اپنے مقاصد میں لکھا ہے۔

"حسب الحکم ابو الفتح معین الدین سلطان الزماں نوشیروان عادل محمد علی شاہ بادشاہ غازی حسب فرمائش محکمہ اجلاس جنرل کامٹی (کمیٹی) اسکول بک سوسائٹی کے عاصی سراپا معاصی سید کمال الدین حیدر عرف محمد امیر الحسن الحسینی نے زبان اردو میں ترجمہ کیا" باوجود انتہائی کوشش کے مندرجہ بالا فہرست کی کوئی کتاب ہمیں نہیں مل سکی اس لئے ترجمہ کے صحت وسقم اور زبان کی خصوصیتوں سے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا جا سکتا۔ البتہ کمال الدین حیدر کے ایک ترجمہ کا ذکر تفصیلی طور پر دہلی کالج کی مطبوعات کے سلسلہ میں کیا گیا ہے۔

انفرادی کوششیں

گزشتہ صفحات میں ہم نے صرف اجتماعی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ مختلف افراد نے انفرادی طور پر جو ترجمے شائع کرائے ان میں اکثریت تاریخی کتابوں کی ہے۔ ایک ترجمہ ۱۷۹۹ء میں چھپا جس کا نام "قاصدین"

سو پو کس روپیں والیاں کون لیکھو بھیجین سو کاغذ ہے"

۱۸۰۰ء سے ۱۸۴۲ء تک یعنی بیالیس سال کے عرصے میں جو ترجمے شایع ہوئے ان میں حسب ذیل مطبوعات شامل ہیں ۔

ٹائٹلر کی ایلیمنٹس آف جنرل ہسٹری کا ترجمہ ایل ڈی کاسٹا نے ۱۸۲۹ء میں کیا جو کلکتہ سے شایع ہوا ۔ "تاریخ انگلینڈ کی" ۱۸۴۰ء میں مدراس میں چھپی ۔ ڈاکٹر گولڈ اسمتھ کی کتاب کا اردو ترجمہ "تاریخ روم" کے عنوان سے ۱۸۴۱ء میں دہلی سے شایع ہوا ۔ "تاریخ ملک چین" جمیس کورکورن کی تاریخ کا ترجمہ ۱۸۴۱ء میں بہ مقام کلکتہ شایع ہوا ۔ مشہور انگریزی ناول نگار جان بنیان کے ناول "پلگرمس پروگرس" کا ملخص ترجمہ ۱۸۳۶ء میں شایع ہوا ۔ اس کے دوسرے سال یعنی ۱۸۳۹ء میں سید محمد میر نے مشہور انگریزی ادیب ڈاکٹر جانسن کے ناول "راسلس" کا ترجمہ "قصہ راسلس ولایت حبش کے شہزادے کا" کے عنوان سے کیا ۔ ۱۸۲۵ء میں "داؤد کی زبور" سرام پور سے شایع ہوئی ۔ راجہ کالی کرشنا بہادر نے مسٹر گے کے فیبلس کا ترجمہ ۱۸۳۶ء میں کلکتہ میں شایع کیا ۔ ۱۸۳۴ء میں "خلاصۂ علم الارض" کے عنوان سے ایک کتاب شایع ہوئی ۔

دوسرا دور ۱۸۴۲ء تا ۱۸۵۷ء

دہلی کالج

۱۸۴۲ء سے مغربی تصانیف کے اردو تراجم کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ گزشتہ دور میں جن مراکز کا ذکر کیا گیا ان کی کوششیں اس قدر وسیع پیمانہ پر اور اس درجہ منظم نہیں تھیں جتنی کہ دہلی کالج کی۔ اس کلیہ کے ارباب علم نے ترجمہ کی مشکلات کو حل کرنے کی غرض سے بعض اصول پہلی دفعہ مرتب کئے اور کلیہ کی مختلف جماعتوں کی نصابی ضروریات کی پابجائی کی غرض سے مختلف علوم اور سائنس کی اعلیٰ قسم کی کتابیں اردو میں منتقل کیں۔ اس سے پہلے صرف ابتدائی کتابوں کے ترجمے شایع ہوئے تھے۔

اردو کو علمی موضوعات سے روشناس کرانے کی پہلی باضابطہ کوشش دہلی کالج والوں نے کی۔ یہ کالج ۱۷۹۲ء میں قائم ہوا لیکن ایک عرصہ تک اس میں انگریزی زبان کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ کالج کے ابتدائی تیس سال کی تاریخ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ۱۸۲۵ء میں برٹش ریزیڈنٹ کمشنر سر چارلس مٹکاف کی سفارش پر اس درس گاہ میں

ایک انگریزی جماعت کھولی گئی۔ اس کالج کے اخراجات کے لیے
ایسٹ انڈیا کمپنی کی سفارش پر پارلیمنٹ نے ۱۸۲۵ء میں پانسو
روپیہ ماہانہ منظور کیے تھے۔ والیٔ اودھ کے وزیر نواب اعتمادالدولہ
سید فضل علی خاں نے ۱۸۲۹ء میں ایک لاکھ ستر ہزار روپے تعلیمی
اغراض کے لیے وقف کر دیے۔ یہ رقم بھی دہلی کالج پر صرف کرنے کا
تصفیہ کیا گیا۔ دہلی کالج کا ذریعۂ تعلیم اردو تھا اور یہاں ہیئت،
ریاضیات، فلسفہ اور مغربی سائنس کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔

مغربی علوم کو اردو میں پڑھانے میں سب سے بڑی رکاوٹ
یہ تھی کہ کتابیں نہیں تھیں۔ دیسی زبانوں کے حامیوں نے اس کمی کو پورا
کرنے کی کوشش کی اور ۱۸۲۵ء میں ایجوکیشنل کمیٹی قایم ہوئی۔ اس سے
قبل اسکول بک سوسائٹی نے مدارس کے لیے ہزاروں کتابیں تیار کر کے
چھپوائیں لیکن یہ سب ابتدائی قسم کی تھیں اس کے علاوہ قدیم ایجوکیشنل
کمیٹی کی سرگرمی زیادہ تر عربی اور سنسکرت تک محدود رہی۔

اسی سال یعنی ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے کی تحریک پر حکومت ہند
نے اپنی تعلیمی پالیسی میں ایک اہم تبدیلی کا اعلان کیا۔ ایسٹ انڈیا
کمپنی ابتدا سے اس وقت تک ہندوستان میں مشرقی علوم کی اشاعت کی

کوشش کر رہی تھی لیکن اب صرف انگریزی تعلیم کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔

اس کے باوجود جب لارڈ آکلینڈ نے دیسی زبان میں درسی کتابوں کی تیاری سے خاص دلچسپی ظاہر کی تو ایجوکیشنل کمیٹی یکایک سوتے جاگی اور ۱۸۴۱ء میں ایک ذیلی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا ذیلی مجلس نے ایسے اصحاب کے انتخاب کی سفارش کی جو ترجمے کے اہل ہوں اور بغیر کسی معاوضہ کے کام کرنے پر آمادہ ہوں۔ اس کے بعد مختلف علوم پر ایسی کتابیں تیار کی جائیں جن سے لوگوں کی ذہنی اور اخلاقی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔ ان تجاویز پر بہتیرے اعتراضات عاید کیے گئے لیکن اس کے باوجود یہ طے پایا کہ قابل افراد دیسی فضلا کی مدد سے دیسی زبان میں کتابیں تیار کریں۔ کام کا تعین کمیٹی کی طرف سے ہوتا تھا اور بعد پسندیدگی جو کتابیں ہوتی تھیں ان کا صلہ مولفین اور مترجمین کو دیا جاتا تھا۔

ایک اصول جس پر سب نے اتفاق کیا یہ تھا کہ دیسی اور انگریزی مدرسوں کی درسی کتابوں میں ہم آہنگی اور یکسانی پیدا کرنے کی غرض سے کتابیں پہلے انگریزی میں لکھوائی جائیں اور پھر ان کا ترجمہ کرایا جائے۔

جن کتابوں کی ضرورت خاص طور پر محسوس ہوئی وہ یہ تھیں ۔ دیسی زبان کی ریڈریں، ہندوستان کے بعض اضلاع کے حالات، تاریخ بنگال ہندوستان کی عام تاریخ، اور تعلیم اخلاق پر ایک رسالہ ۔

سب سے پہلی ریڈر ڈاکٹر ییٹس نے تیار کی اور وہ مدارس میں رائج بھی کر دی گئی ۔ اس کے بعد اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ۔ بعض کتابوں کا ترجمہ اردو میں پہلے ہی سے موجود تھا انھیں کام میں لایا گیا ۔

علم کے بعض حقیقی پرستاروں اور دیسی زبان کے حامیوں کی تجویز پر ۱۸۴۳ء میں "انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنہ ملکی" یا دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی قایم ہوئی ۔ اس سوسائٹی کا مقصد یہ تھا کہ جدید کتابوں کی تالیف اور ترجمے کے ذریعہ ہندوستان کی زبانوں کو ترقی دی جائے ۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جو تدبیریں اختیار کی گئیں وہ حسب ذیل ہیں ۔

انگریزی سنسکرت اور عربی و فارسی سے اعلیٰ درجہ کی کتابیں اردو بنگالی اور ہندی میں ترجمہ کی جائیں اور سب سے پہلے دیسی زبان کی نصابی کتابیں تیار کی جائیں ۔ ترجمہ معیاری نہ ہو تو بھی انجمن اس کی سرپرستی کریگی ۔ آیندہ اصلاح ہوتی رہے گی ۔

اس انجمن کے بانیوں اور معاونوں میں ہندوستانی اور انگریز دونو(ں)

شریک تھے ۔ اودھ کے شہزادوں اور سرسالار جنگ نے بھی اس کے لیے گراں قدر عطیے دیے تھے ۔

اس موقع پر ان چند قاعدوں کا ذکر ضروری ہے جو انجمن نے انگریزی سے اردو میں ترجموں سے متعلق بنائے تھے ۔

مترادف لفظ اردو میں نہ ملے تو اصل لفظ استعمال کیا جائے ۔

اردو لفظ ملے تو وہی استعمال کیا جائے ۔

سائنس کی کتابوں کا ترجمہ چونکہ انگریزی ہی سے کیا جائے گا اس لیے انگریزی الفاظ کا اردو میں استعمال ناگزیر ہے ۔

انگریزی جملہ میں اگر کسی ایسے واقعہ کی طرف اشارہ ہو جس سے اہل ہند ناواقف ہوں تو مترجم کو چاہیئے کہ حاشیہ یا متن میں مختصر طور پر اس کی تشریح کر دے ۔

ترجمہ لفظی نہ ہو بلکہ اردو میں مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی جائے ۔

انجمن تمام دیسی زبانوں میں کتابیں تیار کرانا چاہتی تھی لیکن سوائے اردو کے ہندی اور بنگالی میں کوئی ترجمہ نہیں ہوا ۔ وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی کوششوں کو ایک زبان تک محدود رکھنا چاہا اور اردو ترجموں کے لیے دہلی کالج سب سے زیادہ موزوں مقام سمجھا گیا ۔ اس کے علاوہ یہ

سمجھا گیا کہ کمپنی کے علاقوں کی رعایا کے لیے ہندی کے مقابلے میں ہندوستانی زبان زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ انجمن نے عام ہندوستانی کی کامل "اسکول بک لائبریری" کی تیاری کی کوشش کی۔

اس مرکز میں جو ترجمے ہوئے ان کے سلسلے میں دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر بتترو کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ انھوں نے انجمن کے قیام سے قبل ہی ترجمہ کا کام چھوٹے پیمانے پر جاری کر رکھا تھا۔ انجمن قائم ہوئی تو اس کا کام بھی کالج والوں ہی نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ورنیکلر سوسائٹی، ٹرانسلیشن سوسائٹی، اردو سوسائٹی، لائبریری آف یوسفل نالج وغیرہ سب اسی انجمن کے نام ہیں۔

اس انجمن کے قیام سے قبل دہلی کالج میں ترجمہ کا کام اس طرح انجام پاتا تھا کہ تین طالب علم جن میں ماسٹر رام چندر پیش پیش تھے اوقاتِ درس کے بعد فلسفہ اور ریاضی وغیرہ کی کتابوں کا ایک ایک صفحہ اردو میں منتقل کرتے اور مسٹر بتترو اس ترجمے کی اصلاح کرتے تھے۔ اس طرح جب ترجمہ مکمل ہو جاتا تو طباعت کے بعد نیچے کی جماعتوں کے نصاب میں داخل کر دیا جاتا تھا مدرسین کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ دورانِ تعلیم میں جو جملے غلط یا اصلاح طلب ہوں ان پر نظر رکھیں۔ دہلی کالج میں

انگریزی سے تراجم کی ابتدا ۱۸۴۱ء میں ہوئی جب کہ مسٹر بترو کا تقرر اس کی صدارت پر ہوا۔

علالت کی وجہ سے مسٹر بترو ۱۸۴۵ء میں اپنی خدمت سے علیحدہ ہوگئے تو ان کی جگہ ڈاکٹر اسپرنگر کا تقرر ہوا۔ انھوں نے اپنی اس سال کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ دہلی کالج کے "ترجموں کو مقبول اور عام فہم بنانے کی ضرورت ہے۔ کتابیں بہت عجلت میں تیار کی گئی ہیں اور مترجمین مشاق نہیں ہیں یوں سمجھنا چاہیئے کہ ابتدائی کام ہے اور ان سے بہتر اور اعلیٰ کتابوں کے لیے راستہ تیار کیا گیا ہے"

معلوم ہوتا ہے کہ انجمن اپنی کتابوں کو مقبول اور عام فہم بنانے کی کوشش میں کامیاب رہی چنانچہ ۱۸۴۶ء میں سوسائٹی کی کتابوں کی مانگ بڑھ گئی تھی۔

ذیل میں مغربی تصانیف کے ایسے ترجموں کی ایک فہرست دی جاتی ہے جو اس سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوئے۔

(۱) تاریخ انگلستان (خلاصہ تاریخ گولڈسمتھ کا ترجمہ)

(۲) الجبرا (ترجمہ برجیز)

(۳) اصول علم ہیئت (ترجمہ علم ہیئت ہرشل)

(۴) رسالہ کیمسٹری (ترجمہ پارکر)

(۵) قانون مال (ترجمہ مارشمین)

(۶) پولیٹیکل اکانومی (معاشیات ترجمہ ویلنڈ)

(۷) میکانیات (لارڈنر)

(۸) نیچرل تھیالوجی (پیلے)

(۹) ترجمہ Smiths Moral sentiments.

(۱۰) مختصر خاکہ تاریخ عالم (بریف سروے آف ہسٹری از مارشمن)

(۱۱) انتخاب پلوٹارک کر لا یوز

(۱۲) مارشمن کا سیول گائڈ مع خلاصہ شرع اسلامی و دھرم شاستر۔

(۱۳) انگریزی ڈرامے

(۱۴) جغرافیہ طبعی (ترجمہ ٹریل)

(۱۵) مساحت (ترجمہ تھیوڈوک)

(۱۶) طبیعیات (ترجمہ ازناٹ)

(۱۷) صرف و نحو انگریزی (اردو میں)

(۱۸) (آلہ سدس)

(۱۹) ہندوستان کے پیداواری ذرایع (ترجمہ رائل)

(۲۰) رسالہ مقناطیس (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالہ کا ترجمہ)

(۲۱) رسالہ جراحی (سرجری)

(۲۲) حرکیات اور سکونیات

(۲۳) سکون سیالات

(۲۴) علم المناظر (ترجمہ فلپ)

(۲۵) حرارت (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالہ کا ترجمہ)

(۲۶) ہائڈرالکس (لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالہ کا ترجمہ)

(۲۷) ترجمہ۔ polarizating double refractional light.

(۲۸) رسالہ علم برق (ترجمہ راجٹ)

(۲۹) رسالہ اصول حساب (ترجمہ ڈی مارگن)

(۳۰) رسالہ طب (انگریزی سے ترجمہ)

حسب ذیل کتابیں زیر ترجمہ تھیں۔

(۱) فلسفہ

(۲) تاریخ چارلس دوازدہم

(۳) طبیعی نباتیات

(۴) حفظانِ صحت

(۵) عضویات (علم افعال عضویات)

(۶) علم معدنیات

اس مرکز کی صرف ایک کتاب "رسالہ مقناطیس" ہمیں مل سکی ہے اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں ہے۔ سرورق پر لکھا ہے۔

"رسالہ مقناطیس"

"ترجمہ کیا ہوا سید کمال الدین حیدر لکھنوی کا گنج علوم[1] مفیدہ سے"

یہ کتاب مطبع العلوم دہلی میں چھپی ہے۔ اس میں علم مقناطیس سے متعلقہ تمام اصطلاحات کے ترجمے کیے گئے ہیں بعض ترجمے درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

مقناطیس مصنوعی .... Artificial. Magnet

آلات مقناطیسی .... Magnetic. Apparatus.

سوزن غرق .... Dip. Needle.

سنگ مقناطیس .... Lode. stone -

---

[1] لائبریری آف یوسفل نالج۔

Mariners compass.	کمپاس جہاز
strong Magnet.	قوت ور مقناطیس
Weak. Magent.	ضعیف مقناطیس
To. Magnetise.	مقناطیس کرنا
Soft Iron.	کوفت پذیر لوہا
Dip and inclination.	غرق و انحراف
Attraction. and Repulsion.	جذب و اندفاع
Magnetic Iron.	آہن مقناطیس
Magnitude.	قدر
Torsion.	پیچیدگی
fibre.	ریشہ
	موازنہ
gimbals.	دوائر برنجی
	ملایم لوہا
Layer.	جھلی
experiment.	تجربہ

اس کے علاوہ "مقناطیسی خطوط انحراف" "کمپاس انحراف" میل مقناطیسی "مقناطیس سنجیدہ" "نرم مقراضی فولاد" اور "استقامت پذیر سوزن" جیسی ترکیبیں بھی جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔

پوری کتاب میں صرف معدودے چند انگریزی الفاظ ایلیکٹرسیٹی، کمپاس وغیرہ مستعمل ہوئے ہیں۔ عموماً تمام اصطلاحات کے ترجمے کر دیے گئے ہیں۔

ذیل کے اقتباس میں حکمی scientific انکشافات اور ان کے فواید پر بحث کی گئی ہے۔ عبارت بڑی حد تک فارسی آمیز ہے۔ اکثر جملے طویل ہیں۔

"لیکن طبیعت انسانی ایسی ہے کہ فقط تجربیات سے حصول نتائج کافی نہیں جانتی اور بسبب تحریک خواہش غیر ممکن المقلوب کے انکشاف اسرار خالق میں متجسس رہتی ہے اور ایسے وہم و خیال میں غلطاں و پیچاں ہے کہ اکثر راہِ راست سے بھٹک جاتی ہے لیکن ہماری قوتوں کی اس سرگردانی سے اکثر فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں کس واسطے کہ وہ محرک پیروی مدرکات کی ہوتی ہے اور اقبال مندی کی امید کے ساتھ ترغیب دیتی ہے اور ان قوتوں کو مضبوط کرتی ہے جو اس کے حصول میں صرف ہوتی ہیں۔ چنانچہ

وہ چنگاری جو سلسلہ روشنی کو مشتعل کرتی ہے اکثر بحث و تکرار سے پیدا ہوتی ہے اور کثرت کوشش تلاش میں کسی کی کوشش کامل سے انکشاف عالی حاصل ہو سکتا ہے اور علوم کی کوئی حقیقت عمدہ اب تک حاصل نہیں ہوئی بغیر اس کے کہ پیش بینی عجیب سے کس لئے اس کا قیاس پیشتر سے کیا ہو غرض قیاس کسی طرح کا ہو ہمیشہ رہبر صداقت ہوتا ہے"

ایک اور جگہ سے تھوڑی سے عبارت نقل کی جاتی ہے۔ چونکہ اس میں ٹھوس حکمی معلومات پیش کی گئی ہیں اس لیے فارسیت کم ہے۔ گو اضافتیں جا بجا نظر آتی ہیں۔

"سوا ان تغیرات مذکور کے استقامت سوزن مقناطیس میں انحراف خفیف بھی موافق وقت یوم کے بالکل سال کے موسم کے بھی ہوتے ہیں اور تغیرات یومیہ انحرام ۱۸۲۲ء میں جارج گرہیم صاحب نے دریافت کیے تھے اور اس کے بعد اور بہت سے ناظرین سے بھی ثابت ہوئے ہیں۔ بہر صورت یہ اختلاف نہایت نازک ہے اور مطالب بڑے احتیاط اور بہت سے آلات نازک کا ہے کہ سوزن مستوین بھی محسوس ہو سکے اور سوزن غرق میں اس کا محسوس ہونا اور بھی مشکل ہے کس واسطے کہ اس کا تعلق ایسی نزاکت سے نہیں ہو سکتا"

کتاب کے اختتام پر لکھا ہے۔

"رسالہ علوم جذبات مقناطیس کو عاصی پر معاصی سید کمال الدین حیدر .... نے صاحب عالیشان کی اعانت و امداد سے جو مہتمم رصد خانہ سلطانی ہیں زبان اردو میں ترجمہ کیا۔ لازم ہے کہ صاحبان فہم و فراست جو مشتاق ایسے علوم عجیبہ او رغریبہ کے ہیں فائدہ اس سے حاصل کریں ...."

۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی وجہ سے دہلی تباہ ہوگئی۔ کالج غدر کے بعد سات سال تک بند رہا بالآخر ۱۸۷۷ء میں حکومت ہند نے دہلی کالج کو توڑ کر لاہور کالج میں مدغم کر دیا۔ کالج میں جو علمی اور ادبی کام ہو رہا تھا وہ غدر کے بعد بند ہو گیا۔

سائینٹفک سوسائٹی

مغربی تصانیف کے اردو تراجم کے سلسلے میں انیسویں صدی میں شمالی ہند کی آخری اداری کوشش کا آغاز سائینٹفک سوسائٹی کے قیام سے ہوا۔

جب سرسید کو یقین ہو گیا کہ جس وقت تک ملک میں جدید علوم کی اشاعت نہ ہو اس وقت تک ہندوستانیوں کی بھلائی کی تمام تدبیریں بیکار اور فضول ہیں تو انھوں نے اردو میں مغربی تصانیف اور علوم کا ترجمہ کرانے کی غرض سے ایک انجمن کے قیام کا قصد کر لیا۔ سرسید نے ترجمے کے کام کو انگریزی زبان کی اشاعت سے زیادہ ضروری سمجھا اس لیے کہ مسلمان انگریزی سے متنفر تھے۔ اور ہندو اسے صرف حصول ملازمت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ دونوں کے دلوں پر انگریزی تعلیم کا نقش بٹھانے کے لیے کچھ کتابوں کو اردو میں منتقل کرنا ضروری تھا۔ مولانا حالی نے لکھا ہے کہ اس سوسائٹی کے قیام کا اصل مقصد انگریزوں اور

ہندوستانیوں میں میل جول پیدا کرنا تھا۔

سائینٹفک سوسائیٹی کے قیام کا اعلان سرسید نے ۱۸۶۳ء میں کیا ڈیوک آف آرگائل نے اس کی سرپرستی قبول کی۔ سرسید کی کوششوں سے کچھ ہی عرصے میں اراکین کی تعداد کثیر ہوگئی۔ ان میں انگریز اور ہندوستانی دونوں برابر کے شریک تھے۔ غازی پور میں ترجمہ کا کام باضابطہ طور پر شروع کر دیا گیا۔ خود سرسید اس کے اعزازی معتمد مقرر ہوئے اور اس تحریک سے ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے انھوں نے کلکتہ کا سفر کیا۔ ۱۸۶۴ء میں سرسید علی گڑھ آئے تو سوسائیٹی بھی اپنے جملہ سامان اور کارپردازوں کے ساتھ وہیں منتقل ہوگئی۔ اور علی گڑھ میں سوسائیٹی نے بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کی۔ سرسید نے خاص اپنی نگرانی میں تقریباً تیئس ہزار روپے کے صرف سے اس کے لیے ایک نہایت عمدہ اور دل کشا مکان تعمیر کرایا۔ جو اب تک موجود ہے۔ تقریباً پانسو روپے کے تنخواہ دار مترجمین اور دوسرے ملازمین سوسائیٹی کے کام پر متعین کیے گئے تھے۔ سرسید نے آٹھ ہزار روپے کا اپنا ذاتی مطبع جو انھوں نے تبیین الکلام کی طباعت کے لیے خریدا تھا "سوسائیٹی" کے لیے وقف کر دیا۔ ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال نے ایک ہزار روپے کی الماس کی

انگوٹھی بطور تحفہ دی تھی۔ سرسید نے اسے بھی سوسائٹی کی نذر کر دیا۔
سائنٹفک سوسائٹی کے زیر اہتمام ہر مہینہ متعدد علمی جلسے منعقد ہوتے تھے۔ جن میں اراکین نئے نئے علمی موضوعوں پر تقریریں کرتے تھے۔ ایک سائنس داں جس کا نام ڈاکٹر کلکلی تھا اس سوسائٹی کے زیر اہتمام ہر مہینہ ایک تقریر کر کے مختلف حکمی تجربوں کا مظاہرہ کیا کرتا تھا۔ ۱۸۶۷ء میں سرسید کا تبادلہ بنارس پر ہوا تو سوسائٹی کا سارا کام راجہ جے کشن داس سی آئی۔ ای کے سپرد ہوا جو علی گڈھ میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ انھوں نے بھی انجمن کی ترقی کے لیے ممکنہ کوششیں کیں۔ سرسید ۱۸۷۶ء تک بنارس ہی میں رہے۔ ۱۸۶۶ء میں اس سوسائٹی کی طرف سے "انسٹیٹیوٹ گزٹ" کے نام سے ایک رسالہ نکلنا شروع ہوا۔ اس زمانے کے انگریزی اخبارات میں جو اعلیٰ قسم کے مضامین چھپتے تھے ان کے ترجمے بھی اس میں شایع کیے جاتے تھے۔

اس کے چار سال بعد یعنی ۱۸۷۰ء میں سرسید نے تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ مسلمانوں کو مغربی علوم اور خیالات سے روشناس کرانے کی یہ کوشش بڑی حد تک کامیاب رہی۔ سائنٹفک سوسائٹی کے اراکین کو اپنے عہد کی اخباری دنیا میں بڑی دلچسپی تھی چنانچہ ۱۸۶۶ء میں اس کے

دفتر میں تقریباً بیس انگریزی اخبارات اور رسائل آتے تھے۔ اس[1] سوسائٹی نے تقریباً چالیس چھوٹی بڑی علمی اور تاریخی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرائیں۔ اس کی توجہ زیادہ تر تاریخ، سوانح، جغرافیہ، سیاسیات اور معاشیات تک محدود رہی۔ سوسائٹی کے بعض اہم تراجم کے نام حسب ذیل ہیں۔

تاریخ یونان قدیم	مصنفہ رولن
تاریخ مصر قدیم	
تاریخ چین	مصنفہ ریورنڈ ایکسوس (فارسی ترجمہ)
تاریخ ہندوستان	مصنفہ آنریبل مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن
تاریخ ایران	مصنفہ میجر جنرل سرجان ملکم (چار جلدیں)
رسالہ علم جغرافیہ	مولفہ ولیم وللنسن (چار جلدیں)
جغرافیہ ایشیا	
رسالہ علم انتظام مدن	مصنفہ ناساولیم سینیر
اصول سیاست مدن	مصنفہ جان اسٹوارٹ مل
رسالہ علم برق	مصنفہ سرولیم اسٹو

سائینٹفک سوسائٹی کے ترجمے عام طور پر کامیاب رہے۔

---

[1] حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۶۔

خاص طور پر معاشی اصطلاحات کے ترجموں میں بڑے سلیقہ سے کام لیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے ان میں سے بعضوں نے یا تو اپنی اصلی حالت میں یا بادنیٰ تغیر اردو میں مستقل جگہ حاصل کرلی۔ طویل حواشی کی مدد سے متن کے ایسے اشارات اور تلمیحات سمجھائے گئے جن سے اردو داں ناواقف تھے۔ سوسائٹی کی مطبوعات بالعموم عام فہم ہیں اور ان میں ترجمہ پن کم پایا جاتا ہے۔

سرسید دھن کے پکے تھے۔ انھوں نے سوسائٹی کے اراکین میں سرگرمی اور مستعدی کا ایسا جوش پیدا کردیا کہ دو ہی سال میں یعنی ۱۸۶۵ء تک سوسائٹی کی طرف سے آٹھ کتابیں ان کے خانگی چھاپہ خانہ میں چھپ کر شایع ہوئیں۔ سوسائٹی کی اکثر مطبوعات اسی چھاپہ خانہ میں طبع ہوئی ہیں۔

ذیل میں ہم بعض ترجموں کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

رسالہ علم فلاحت ساتویں کتاب ہے جو سائنٹفک سوسائٹی کی طرف سے ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اصل انگریزی کتاب کے مولف کا نام رابرٹ اسکاٹ برن ہے۔ اس کتاب میں جا بجا انگریزی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں مثلاً "نائٹریٹ آف سوڈا" "سلفیٹ آف سوڈا" "سلفیٹ آف امونیا" "جیالوجی" "فزیالوجی" وغیرہ بعض اصطلاحات کے

ترجمے بھی موجود ہیں مثلاً شورہ[1] کا تیزاب۔

کتاب کے آخر میں انگریزی الفاظ کی فرہنگ دی گئی ہے جس میں علم طبقات الارض اور فزی آلوجی کی حسب ذیل شرح کی گئی ہے۔

"جیالوجی[2] ایک نیا علم فرنگستان میں نکلا ہے جس میں مرکبات جمادیہ اور اجزائے زمین اور ان کے تعلقات باہمی اور ترکیب وصورت کے حالات وعوارض بیان کیے گئے ہیں۔"

فزی آلوجی کے معنی اصل یونانی میں قدرتی چیزوں پر بحث کرنے کے ہیں یعنی اس علوم کو کہتے ہیں جس میں حیوانوں اور درختوں کے تمام حصوں اور اعضا کے کاموں کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اس رسالہ کی زبان عام فہم ہے جملوں کی ساخت اور الفاظ کے املا میں قدامت پائی جاتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

ٹائیٹریٹ آف سوڈا اور سلفٹ آف سوڈا اور سلفٹ آف امونیا کا بیان

"وہ مصنوعی اور خاص کھادیں کہ استعمال ان کا فی زمانہ رائج ہے۔

---

[1] Nitric. Acid.

[2] علم طبقات الارض۔

منجملہ ان کے یہ کھاتیں بہت مستعمل ہیں اور ان کھاتوں میں سے نائٹریٹ آف سوڈا خصوصاً ملک پرو سے ہاتھ آتی ہے اور یہ قسم صرف شورے کا تیزاب بنانے کے کام آتی ہے۔ مگر باروت کے بنانے میں اس سبب سے صرف نہیں ہوتی کہ وہ نمی کو بہت مانتی ہے اور چراگاہوں میں چھڑکنے کے واسطے اور جئی کے لیے نہایت مفید ہے اور سلفٹ آف سوڈا تیزاب اور گندھک اور سوڈا سے بنتا ہے اور اناج کی فصلوں میں اور ترکاریوں اور چراگاہوں پر پھیلانے کے واسطے بہت عمدہ ہوتا ہے اور سلفٹ آف امونیا تیزابے گندھک اور امونیا سے بنتا ہے اور اناج اور گھاس کی فصلوں کے لیے استعمال اس کا ہوتا ہے۔"

اسی سال یعنی ۱۸۶۵ء میں سائنٹفک سوسائٹی نے ایک اور کتاب "رسالہ علم انتظام مدن" شایع کی۔ یہ کتاب جامعہ آکسفرڈ کے سابق پروفیسر معاشیات مسٹر ناساولیم سینیر کی تصنیف پولٹیکل اکانومی کا اردو ترجمہ ہے۔ سرورق پر لکھا ہے کہ مسٹر جم نے چند حاشیوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب بھی ڈیوک آف آرگائل کے نام سے "معنون" کی گئی ہے۔ اور رسالہ علم فلاحت کی طرح یہ رسالہ بھی علی گڈھ میں سرسید کے خانگی مطبع میں چھپا ہے۔

---

salphuric Acid. ۱؎

کتاب کے آغاز سے قبل فہرست کے بعد کے صفحہ پر سر سید نے بابو رام کالی اور رائے شنکر داس صاحبین کا شکریہ اس لیئے ادا کیا ہے کہ انھوں نے پچاس پچاس صفحوں کا ترجمہ کر دیا۔

اس رسالہ میں اکثر معاشی اصطلاحات کے ترجمے درج کیے گئے ہیں مثلاً۔

دولت .... economic wealth.

تبدل .... exchange.

معاوضہ .... utility

مقدار وصول .... Supply.

محتاجوں کا حق امداد خواہی .... settlement.

اقتباس ملاحظہ ہو۔

" اس کتاب کے بیان کرنے کے بعد کہ علم انتظام مدن جس پر بحث کرنی منظور ہے وہ علم ہے کہ اس کے ذریعے سے دولت کی ماہئیت اور اس کی تحصیل و تقسیم کے طریقے دریافت ہوتے ہیں۔ کام اپنا یہ ہے کہ ان معنوں کی تشریح کریں جن میں لفظ دولت کا مستعمل ہے اور اس اصطلاح سے ہم ان سب چیزوں کو سمجھتے ہیں جو تبدیل اور معاوضے کے

قابل ہیں اور تعداد اور مقدار وصول ان کی محدود اور معین ہے اور ان کے وسیلے سے بواسطہ یا بلاواسطہ تکلیفیں زائل اور راحتیں حاصل ہوتی ہیں یا یہ تفسیر کی جاوے کہ دولت سے وہ چیزیں مراد ہیں کہ ان میں تبدیل و معاوضہ یعنی خریدنے اور کرایہ پر لینے کی صلاحیت حاصل ہوئے۔

سائنٹفک سوسائٹی نے ۱۸۶۹ء میں جان اسٹوارٹ مل کی کتاب رڈیمنٹس آف پولٹیکل اکانومی کے پہلے حصے کا ترجمہ اصول سیاست مدن کے نام سے شایع کیا۔ مترجم کا نام پنڈت دھرم نرائن دہلوی ہے سلسلے کے لحاظ سے یہ انجمن کی بارھویں کتاب ہے۔ سرورق پر یہ انگریزی جملہ لکھا ہے۔

"industry and frugality are the means by which one may rise to distinction.

جس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے :-

"محنت اور کفایت ذریعہ ہے سعادت کا"

لفظی تنقید کے قطع نظر ترجمہ بہت اچھا ہے۔

دیباچہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت دھرم نرائن نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں ویلنڈ کے مختصر رسالہ کا ترجمہ کیا تھا اور

اس کو سوسائیٹی علوم مفیدہ نے کہ بہ اعانت مدرسۂ دہلی کے ترویج علوم میں مصروف تھی ۱۸۴۵ء میں چھپوایا تھا" اس رسالہ کا ترجمہ پنڈت جی نے پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ سرسید کے اعلان پر سائنٹفک سوسائیٹی کی امداد کی خاطر انھوں نے مکمل ترجمہ سوسائیٹی کے حوالہ کر دیا۔ دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ترجمہ اصل کے مطابق ہے اور تمام مطالب واضح ہیں۔ اس کتاب میں کئی معاشی اصطلاحوں کے ترجمے نظر آتے ہیں مثلاً

پیدائش یا صنعت کاری .... production

مبادلہ .... exchange

صرف یا خرچ .... consumption

لوازم پیدائش۔ عاملانہ پیدائش factors of production

پیدا کرنے والی محنت .... productive labour

غیر پیدا کرنے والی محنت .... unproductive labour

راس المال .... capital

راس المال متعدی .... lucrative capital

راس المال متقر ....

عمل بہ اتفاق .... co-operation

عمل پیدائش برمیزانِ کبیر .... Large scale production

عمل پیدائش برمیزان صغیر ...... Small scale production

اشیائے حاجات .... Necessaries

سامان عیش و کامرانی .... Luxuries

ساجھے کا کارخانہ .... Joint-stock company

ساجھے کی پونجی کا کارخانہ

اقتباس ملاحظہ ہو ۔

"اصول مقاصد کے رسالے کے مقدمہ میں ہم یہ تفصیل بیان کر آئے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی اس کو چونکہ ہزاروں حاجتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ اپنی ذات سے ان میں سے ایک کے سرانجام کا بھی اچھی طرح سے متکفل نہیں ہو سکتا اس لیے ضرورت پیش آتی ہے کہ آدمی جماعت میں رہیں اور پیشوں اور حرفوں کو آپس میں بانٹ لیں جب ایک حرفہ والے کو دوسرے حرفہ والے کی جنس کی ضرورت پیش آئے تو اس کو مبادلہ میں حاصل کرے ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مقصود جماعت میں رہنے کا یہ ہے کہ آدمی اشیائے حاجاتِ ضروری اور سامانِ عیش و کامرانی بآسانی مہیا کر سکیں ۔ ان اشیائے حاجات ضروری اور سامان عیش و کامرانی

کا نام ہم دولت رکھتے ہیں اور علم دولت کو سیاست مدنی سے تعبیر کرتے ہیں۔..."

"درباب غیر پیدا کرنے والی محنت کے"

"کچھ شک نہیں کہ پیدایش کے واسطے محنت مقدم ہے۔ مگر محنت کا نتیجہ ہمیشہ پیدایش نہیں ہوتا۔ بہت سے فروع محنت کے بذات خود بہت کارآمد اور مفید ہیں مگر پیدایش ان کا مقصود نہیں اور اس لئے اہل فن نے اس لحاظ سے محنت کی دو قسمیں مقرر کیں ہیں ایک کو پیدا کرنے والی دوسری کو غیر پیدا کرنے والی کہتے ہیں۔ اور ان میں اس بات کی بڑی تکرار ہے کہ کس کو پیدا کرنے والی کہنا چاہیئے۔ ایک فریق کا یہ قول ہے کہ جس محنت کا نتیجہ کسی شئے مادی میں نظر آئے اور ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی طرف منتقل ہو سکے اُسے پیدا کرنے والی محنت کے نام موسوم کرنا چاہیئے۔ پیروان فریق ثانی سوال کرتے ہیں کہ اس محنت کو اسی کے نام کیوں نہ موسوم کیا جائے جس سے کوئی نفع یا راحت بمقدار اس کی اجرت کے حاصل ہو۔ بقول اس فریق کے عہدہ داران سرکاری اور اہل سپاہ و دیگر

طبیبوں اور معلموں اور ارباب سرود و نغمہ وغیرہ کو اس قسم کی محنت کرنے والوں میں شمار کرنا چاہیئے بشرطیکہ یہ لوگ اپنا کام اجرت کے موافق انجام دیں اور ضرورت سے زیادہ نہ ہوں"

آنریبل مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن سابق گورنر بمبئی کی مشہور تالیف دی ہسٹری آف انڈیا کا ترجمہ تاریخ ہندوستان کے نام سے سائنٹفک سوسائٹی نے ۱۸۶۶ء میں شایع کیا۔ اس کتاب میں ہندوؤں کے عہد سے ۱۷۶۱ء تک کے تاریخی حالات درج ہیں۔ زبان سادہ اور سلیس ہے طرز بیان دلچسپ ہے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

اولاد کی تعلیم کا طریقہ

"ہندو اپنی اولاد کے ساتھ ان کے بچپن میں بہت محبت کرتے ہیں لیکن جوان بیٹوں کے ساتھ ان کا لڑائی جھگڑا رہتا ہے جس کا سبب غالبًا باپ کے اختیاروں کا اپنے مال و متاع کی نسبت از روئے قانون کے محدود ہونا معلوم ہوتا ہے۔

"عوام الناس کے بال بچے گلی کوچوں میں خاک اڑاتے آپس میں دنگا فساد

مچاتے پھرتے ہیں۔ اور انگلستان کے عام لوگوں کے لڑکے بالوں سے بڑھکر بے قید ہوتے ہیں۔ اس عمر میں وہ سب علی العموم بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔"

موروثی چور

"ہندوؤں میں جو تمام پیشوں کے واسطے قومیں معین ہیں تو چوروں کی بھی ذاتیں خاص ہیں۔ اور وہ اپنی اولاد کی پرورش اسی نظر سے کرتے ہیں کہ اپنا موروثی پیشہ چوریکا اختیار کرینگے۔ بہت سی پہاڑی قومیں جو اکثر ترقی یافتہ ملکوں کی حدوں پر بستی ہیں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ اور میدانوں میں بھی ایسی قومیں آباد ہیں جو یورپ کے خانہ بدوش چوروں سے زیادہ تر چوری اور قزاقی میں مشہور ہیں۔ پیشہ کے موروثی ہونے سے اگر ہند کو ترقی ہوئی ہے تو وہ چوری کے ہی پیشہ میں ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کسی اور مقام میں ایسے چالاک اور طرار چور نہیں ہیں جیسے کہ ہندوستان میں۔"

۱۸۶۲ء میں اس سوسائٹی نے تاریخ ایران حصہ اول شایع کی۔ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ سوم ۱۸۶۴ء میں اور حصہ چہارم ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب میجر جنرل سر جان ملکم سابق گورنر بمبئی کی انگریزی تالیف

"دی ہسٹری آف پرشیا" کا ترجمہ ہے۔ اس میں ایرانیوں کے مذہب رسم و رواج عادات و خصائل اور طرز حکومت کا بیان ہے۔

اقتباس ملاحظہ ہو۔

آخر کار ان میں سے ایک کوہستان کے حاکم کے نام اس شہزادے نے اس مضمون کا فرمان ارسال کیا کہ بمجرد پہونچنے اس فرمان کے حکیم ناصر الدین فلسفی کو بھیجدو۔ اس حاکم نے موافق حکم نامے کے حکیم فلسفی کو طلب کیا اتفاقاً اس روز حکیم ناصر الدین بخارا کے باغوں کی سیر کر رہا تھا کہ دفعتاً چند سواروں نے وہاں پہنچ کر اس کو محصور کر لیا اور ایک گھوڑا پیش کیا کہ آپ کو کوہستان کے حاکم نے طلب فرمایا ہے اس پر سوار ہو کر تشریف لے چلئے۔ اگر آپ چلنے میں کچھ حجت نہ کریں گے اور بے تکلف چلے چلیں گے تو ہم آپ سے کچھ تعرض نہ کریں گے اور اچھی طرح سے پیش آویں گے اس نے ہر چند اپنے نہ جانے کی بہت سی دلیلیں پیش کیں مگر ان لوگوں نے کچھ التفات نہ کیا اور اس کے لیجانے پر آمادہ رہے۔ جس وقت کوہستان کے روانہ ہونے کا اس نے قصد کیا اس وقت اس کے دوستوں میں سے کسی کو اس کے جانے کی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ جب کوہستان آدھی دور رہ گیا اس وقت ان لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ جب یہ کوہستان میں پہنچا

اور وہاں کے حاکم ناصرالدین عبدالرحیم کو اس کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو وہ بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آیا اور جو تشدد اور تحکم اس کے لانے میں اس کی جانب سے ظہور میں آیا تو اس کی نسبت اس نے ہزارہا عذر پیش کیے اور عفو تقصیر چاہا۔ بعد اس کے عرصے تک اس نے اس حکیم کو کوہستان میں قید رکھا۔" ۱۸۶۹ء میں رسالہ سیاست مدن کے علاوہ رسالہ علم جغرافیہ حصہ اول بھی شایع ہوا یہ کتاب ولیم ولسن کی تالیف ہے۔ کل چار حصوں پر مشتمل ہے دوسرا اور تیسرا حصہ ۱۸۷۰ء اور چوتھا حصہ ۱۸۷۱ء میں چھپا۔

سائنٹفک سوسائٹی ۱۸۷۷ء تک قائم رہی۔ علی گڑھ کالج قایم ہوا تو سرسید کی تمام تر توجہ اسی طرف مبذول ہوگئی اور سوسائٹی کا کام رک گیا۔

انفرادی کوششیں

۱۸۴۲ء سے ۱۸۷۷ء تک مغربی تصانیف کے جو تراجم مختلف اہل قلم نے انفرادی طور پر کر کے شائع کئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

علاج المواشی — ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ جو ۱۸۴۲ء میں لکھنؤ میں چھپا

حکایات لقمان — ایسپس فیبلز کا ترجمہ نظام الدین نے ۱۸۴۴ء میں بمبئی سے شایع کیا۔

تاریخ چین — ایک انگریزی تاریخ کا ترجمہ جو ۱۸۴۸ء میں کلکتہ سے شایع ہوا

طبقات الشعراء — مترجمہ مسٹر فیلن اور مولوی کریم الدین۔ یہ کتاب دتاسی کی تاریخ ادب اردو کا ترجمہ ہے۔

سوانح سکندر اعظم۔ پلوٹارک کی مشہور کتاب "مشاہیر یونان و روما" کے ایک حصہ کا ترجمہ جو ۱۸۴۹ء میں دہلی میں چھپا۔

تعلیمات یوسف — "وین کینیڈی" کا ترجمہ مطبوعہ بمبئی ۱۸۵۰ء۔

سفرنامہ لنگو پارک صاحب — ایک انگریزی سفرنامہ کا ترجمہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۰ء۔

شمس المساحت — مترجمہ محمد قطب الدین مطبوعہ بنارس ۱۸۵۶ء

معاشیات پر ڈاکٹر وہیٹلے کی تقریروں کا ترجمہ مطبوعہ لاہور ۱۸۶۵ء

رسالہ صفات ذاتیہ اجسام۔ "اے ٹریٹیز آن نیچرل فلاسفی" کا ترجمہ مطبوعہ آگرہ ۱۸۵۹ء۔

خیالات الصنائع — مترجمہ پنڈت بھولا ناتھ مطبوعہ لاہور ۱۸۵۹ء

وقائع سکندر اعظم۔ — ایک انگریزی سوانح عمری کا ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۱ء

مجموعہ قوانین تعزیرات ہند۔ "انڈین پنل کوڈ" اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۱ء

رہنمائے حکمت۔ ڈاکٹر ایبر کرامبی کی کتاب "انکوائریز آن دی انٹلکچول پاورز" کا ترجمہ ناصر الدین خاں نے ڈاکٹر ڈبلیو اینڈرسن کی مدد سے کر کے ۱۸۶۱ء میں آگرہ سے شایع کیا۔

موسیو لمیار کی بعض کتابوں کے ترجمے ۱۸۶۱ء

حیات پال رپولس، مسٹر آرکسٹ کی انگریزی کتاب جسے پنڈت سورج دھان اور اجودھیا پرشاد نے ۱۸۶۱ء میں اردو میں منتقل کیا۔

"حضرت سلیمان کی کہاوتیں" انگریزی سے منظوم ترجمہ ۱۸۶۱ء

"پہاڑی وعظ" انگریزی سے منظوم ترجمہ ۱۸۶۱ء

بزرگ رابنسن کروسو۔ ڈینیل ڈفو کی مشہور کتاب "رابنسن کروسو"
کا اردو ترجمہ مطبوعہ بنارس ۱۸۶۲ء۔

جواہر منظوم۔ بعض انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے الٰہ آباد
۱۸۶۴ء۔

منتخب انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے۔ مترجمہ بانکی بہاری لال۔ اٹاوہ ۱۸۶۹ء

ٹاڈ کی کتاب۔ "ہنٹس آف سلف امپرومنٹ" کا اردو ترجمہ ۱۸۶۹ء

سیر المتقدمین۔ مشہور انگریزی تاریخ "لینڈ مارکز آف ہسٹری" مترجمہ
منشی محمد سعید خاں ۱۸۷۲ء۔

علم منطق۔ ٹی۔ جی اسکاٹ کی کتاب کا ترجمہ۔ لکھنؤ ۱۸۷۳ء

تاریخ المتقدمین۔ "لینڈ مارکز آف ہسٹری" کا دوسرا ترجمہ از مولوی
غلام مصطفیٰ ۱۸۷۶ء۔

مور صاحب کے رسالہ مساحت کے پہلے باب کا ترجمہ۔ از محمد ذکاء اللہ
دہلوی ۱۸۷۶ء

عیسیٰ کی سیرت۔ ایچ، بی کی انگریزی کا اردو ترجمہ۔ لودھیانہ ۱۸۷۶ء

پادری ویکفیلڈ۔ وکار آف ویکفیلڈ کا اردو ترجمہ۔

ترجمے ۱۸۶۷ء تا ۱۹۱۴ء

اس دور میں ترجمے کثرت سے شایع ہوئے۔ ملک میں سیکڑوں مترجمین پیدا ہو گئے تھے جنھوں نے بے شمار اچھی بری انگریزی تصانیف اردو میں منتقل کیں۔ ۱۸۶۷ء سے اس وقت تک جتنے ترجمے چھپے ان کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ کتابیں اس عہد میں ترجمہ کی گئیں۔ اجتماعی کوششوں میں اس قدر سرگرمی نہیں تھی جتنی کہ انفرادی کوششوں میں۔ اس زمانے میں "تمدن ہند" اور "تمدن عرب" جیسے بعض ایسے اعلیٰ قسم کے ترجمے بھی چھپے جنھوں نے اردو ادب میں "کلاسکس" کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ یہاں ہم نے پہلے اجتماعی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔

سررشتۂ علوم وفنون اور سلسلۂ آصفیہ حیدرآباد

دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ کے قیام سے بائیس سال قبل سرکاری سررشتۂ علوم وفنون حیدرآباد میں ۱۳۱۵ھ میں قایم ہوا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مختلف جدید علوم وفنون کی کتابوں کی اشاعت سے اردو کو ترقی دیجائے۔ اس کی نگرانی مولوی سید علی بلگرامی کے سپرد تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اس کی ترتیب وتنظیم میں بڑی دلچسپی لی۔ ان کے بعد یہ سررشتہ ایک عرصہ تک مولوی کاظم علی صاحب کے تحت کام کرتا رہا۔ آخر کار سنہ ۱۹۰۱ء میں علامہ شبلی اس کے ناظم بنائے گئے تو ان کی غیر معمولی شخصیت کی وجہ سے سررشتہ کی شہرت میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ نواب سروقارالامرا کے بعد یہ محکمہ کچھ عرصہ تک بند رہا۔ یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی وزارت کے زمانے میں اس طرف پھر توجہ کی گئی لیکن اس دفعہ سررشتہ کا طریق کار بدل گیا۔ یعنی جو لوگ خاص خاص موضوعوں پر بہترین کتابیں لکھتے انھیں ایک خاص رقم بطور انعام دیجاتی اور ان کی کتابوں کو سلسلۂ آصفیہ میں داخل

کر لیا جاتا تھا۔ لیکن بعد کو یہ سررشتہ بھی اٹھا دیا گیا۔

مذکورہ بالا سررشتہ علوم و فنون اور سلسلۂ آصفیہ کی مطبوعات نے اردو میں بعض اہم کتابوں کا اضافہ کر دیا۔

سلسلۂ آصفیہ کی سب سے اہم کتاب سفرنامہ ہے۔ بی ٹیورنیو مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے زیر نگرانی ۱۸۹۶ء میں مفید عام پریس آگرہ میں چھپ کر شایع ہوئی۔ ٹیورنیر ایک فرانسیسی تاجر تھا جس نے ۱۶۵۲ء سے ۱۶۵۴ء تک دکھن کی سیاحت کی اس کتاب کا ترجمہ سررشتہ علوم و فنون سرکار عالی میں ہوا ہے مترجم کا نام نہیں دیا گیا۔ ذیل میں دیباچہ کی عبارت درج کی جاتی ہے جس کے مطالعہ سے اصل کتاب کی اہمیت واضح ہو جائے گی۔

"اس سفرنامے کے ترجمے تمام یورپی زبانوں میں ہوئے یعنی ڈچ، جرمن اور اطالیہ انگریزی زبان میں اس کا پہلا ترجمہ ۱۶۷۷ء میں چھپا اور ۱۸۱۱ء تک انگریزی میں نو مرتبہ ترجمے ہوئے اور چھپے۔ اب حال میں مسٹر وی پال ڈائرکٹر سائنس اینڈ آرٹ ڈبلن مصنف کتاب طبقات الارض ہند نے انگریزی میں صرف اسی سیاحت کا ترجمہ ۱۸۸۹ء میں بہت سے حواشی اور تشریحات کے ساتھ چھاپا جو ہندوستان سے متعلق ہے۔ اگرچہ اس اردو ترجمے کی اصل پال صاحب کی کتاب ہے لیکن اس کا مقابلہ اس

انگریزی ترجمہ سے بھی کر لیا گیا ہے جو ۱۶۷۶ء میں طبع ہوا۔ اور اب نہایت درجہ کمیاب ہے"

ترجمہ کی زبان عام فہم اور سلیس ہے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"پچاس برس ہوئے کہ جب سے یہاں ایک عظیم الشان معبد بن رہا ہے۔ اگر یہ پورا بن گیا تو تمام ہندوستان کے معبد سے بڑا ہوگا۔ اس میں ایسے بڑے بڑے پتھر لگائے گئے ہیں کہ دیکھنے سے ایک حیرت ہوتی ہے۔ خاص کر وہ محراب جہاں وہ نماز پڑھتے ہیں سب سے زیادہ تعجب انگیز ہے۔ وہ ایک ہی عظیم الشان پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ جس کو پانچ چھ سو آدمیوں نے علی التواتر پانچ برس کام کر کے کان سے بنا کر نکالا ہے۔ اور اس کو اس معبد تک لانے میں اس سے بھی زیادہ مدت لگی ہے۔ وہ لوگ بیان کرتے تھے کہ اسے ایک ہزار چار سو بیل کھینچ کر لائے ہیں۔ میں آئندہ بیان کرونگا کہ یہ عمارت ابھی تک نامکمل پڑی ہوئی ہے۔ اگر یہ بن گئی تو یقیناً تمام ایشیا کی عمارات سے بہتر ہوگی"[1]

سلسلۂ آصفیہ کی دوسری کتاب کا نام "سفرنامہ موسیو تھیونو" ہے جس میں ایک فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو کی سیاحت دکن (۱۶۵۵ء تا ۱۶۶۶ء) کا احوال درج ہے۔ یہ کتاب بھی مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کی نگرانی میں چھپی ہے ترجمہ مسٹر اے۔ لیول کے انگریزی ترجمہ (مطبوعہ ۱۶۸۷ء) سے کیا گیا ہے،

---

[1] سفرنامہ جے بی ٹیورنیر صفحہ ۲۴، ۲۵۔

جو نہایت دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

"یہ ہندی ستمبر کے مہینے کے آخر میں ایک اور چڑھاوا چڑھایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سمندر کھل جائے۔ کیونکہ ان کے سمندر میں کوئی شخص کسی سے لے کر اس زمانے تک سفر نہیں کر سکتا۔ اس عرصہ میں گویا ان کے سمندر کا راستہ ہی بند رہتا ہے۔ مگر اس چڑھاوے میں سوائے ناریل پھینکنے کے اور کوئی بڑی رسمیں ادا نہیں کی جاتیں۔"
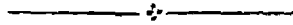
انجمن ترقی اردو

آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک شعبہ اردو کی ترقی سے متعلق بھی تھا۔ ۱۹۰۳ء کے اوایل میں اسے کانفرنس سے علیحدہ کر کے انجمن ترقی اردو کے نام سے قایم کیا گیا ہے۔ انجمن کا دستور العمل ۱۰ راپریل ۱۹۰۳ء کو شایع ہوا اس لیئے انجمن کے قیام کی تاریخ اس زمانے سے شمار کی جاتی ہے۔

اولاً مولنا شبلی انجمن ترقی اردو کے معتمد مقرر ہوئے۔ پہلی سالانہ رپورٹ میں جو ۱۹۰۳ء میں شایع ہوئی انجمن کے مقاصد اور طریقۂ کار پہ بحث کرتے ہوئے مولنا شبلی نے ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں کہ انجمن کے قیام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کو اپنے مقاصد کے حصول میں کامیابی ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر ہو سکتی ہے تو کن ذرائع اور وسایل سے۔ مولنا نے لکھا ہے کہ چونکہ ہر قوم کی ترقی اس پر موقوف ہے کہ علوم و فنون اس کی زبان میں آجائیں اس لیئے اردو میں علوم و فنون

جدیدہ کے ترجمے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں لکھا ہے۔

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں کام یعنی ایشیائی اور مغربی علوم و فنون کا ترجمہ اور تالیف خود ہو رہے ہیں اور اس کے لیئے کسی انجمن کے قایم کرنے کی ضرورت نہیں۔ عربی، سنسکرت اور فارسی کی سیکڑوں کتابیں ترجمہ ہو چکیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ انگریزی تصنیفات کا بھی معتد بہ حصہ ملکی زبان میں آگیا ہے اور آتا جاتا ہے۔ ملک میں سیکڑوں ہزاروں مترجم پیدا ہو گئے ہیں جن کا مشغلۂ زندگی یہی ہے۔ یہ سوال واقعی لحاظ کے قابل ہے اور اس کا جواب دینا ایک بہت بڑے عقدہ کو حل کرنا ہے۔

بے شبہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سی ایشیائی اور مغربی تصنیفات ملکی زبان میں منتقل ہو گئی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کس درجہ کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس مسئلے کی طرف لوگوں کو علم نے نہیں بلکہ ضرورتِ معاش نے متوجہ کیا ہے اس لیئے کام کرنے والے اس میں اصلی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں

---

[1] سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو بابتہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۳ - ۴

کہ کن چیزوں کے ترجمے اور کس قسم کی تصنیفات مذاق عام کے موافق ہیں اور جلب زر کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس علمی پیداوار کا بڑا حصہ (جو کل کے قریب ہے) ناول، ادنیٰ درجہ کی تاریخیں اور سوانح عمریاں ہیں۔ کسی اشتہاری کتب فروش کی فہرست کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی آدمی سوانح عمری کے انعام سے محروم نہیں رہا۔ لیکن یہ سوانح عمریاں کس قسم کی ہیں، اس کا آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ علوم و فنون کی بھی بعض کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں۔ وہ کتابیں فی نفسہٖ اچھی بھی تھیں لیکن قابل لحاظ یہ ہے کہ ترجمہ کیسا ہوا۔ کیا مترجمین واقعی کامل استعداد رکھتے تھے۔ کیا ترجمہ کی دنیا میں ان لوگوں کی کچھ شہرت تھی۔ کیا ان ترجموں کو شایع ہونے سے پہلے کسی مبصر جماعت نے تنقید کی نظر سے دیکھ لیا تھا۔ بے شبہہ ان خذف ریزوں میں ایک آدھ جواہر بھی نکل آتے ہیں لیکن وہ کالعدم ہیں" مولانا شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ مذکورۂ بالا واقعات سے واقف ہونے کے بعد اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ملک کو ایک ایسی مستقل انجمن کی ضرورت ہے جو عوام کے مذاق کی پیروی کرنے کی بجائے یہ سوچے کہ قوم میں کس قسم کا مذاق

پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اس پر بھی غور کرے کہ ملک کی علمی ترقی کے لئے کس قسم کی تصانیف اور تراجم درکار ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ انجمن ایسے افراد پر مشتمل ہو جو مشرقی اور مغربی علوم کے ماہر ہوں اور کتابوں پر آزادانہ رائے ظاہر کر سکتے ہوں۔

علامہ شبلی نے اسی رپورٹ میں ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ "صرف[1] ایک اردو زبان ہے جو باوجود عام زبان ہونے کے علمی تصنیفات اور خصوصاً علوم و فنون جدیدہ سے بالکل محروم ہے" لیکن ان کا یہ خیال ایک حد تک لاعلمی پر مبنی تھا۔ گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے واضح ہو گیا ہو گا کہ انجمن ترقی اردو کے قیام سے قبل مختلف مراکز میں جدید علوم کی متعدد کتابیں تیار ہو کر شایع ہو چکی تھیں۔

بہرحال انجمن ترقی اردو مذکورۂ بالا مقاصد کے ساتھ قایم ہوئی۔ ابتدائی دس سال یعنی ۱۹۱۳ء تک اس کی رفتار ترقی سست رہی۔ انجمن کی معتمدی کی خدمات علامہ شبلی کے بعد نواب صدر یار جنگ (حبیب الرحمٰن خاں شروانی) نے انجام دیئے۔ کچھ عرصہ تک مولوی عزیز مرزا نے

---

[1] سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو بابتہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۵

بھی معتمد کی حیثیت سے کام کیا۔ لیکن اس انجمن کے عہد زرین کا آغاز ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء میں ہوا جب کہ اس کی معتمدی کے فرائض مولوی عبدالحق صاحب کے سپرد ہوئے۔ گزشتہ بیس سال سے انجمن حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہی ہے۔ یہ انجمن ابھی تک قائم ہے اس لیے اس کے تراجم کا ذکر "عہد حاضر" کے باب میں کیا جائے گا۔

دار المصنفین اعظم گڈھ

۱۹۱۳ء میں علامہ شبلی نے اعظم گڈھ میں دار المصنفین قایم کیا۔ اس ادارہ نے مغربی تصانیف کے تراجم کو بھی اپنے مقاصد میں داخل کر لیا۔ اس کے بانی علامہ شبلی کا انتقال ادارہ کے قیام کے ایک سال بعد یعنی ۱۹۱۴ء میں ہو گیا۔ شبلی کے شاگردوں میں مولانا حمید الدین۔ مولانا عبد الماجد دریابادی مولانا عبد الباری ندوی اور پروفیسر نواب علی کو ترجمہ کے سلسلے میں اہمیت حاصل ہے۔

دار المصنفین کے کارکنوں نے چند کتابیں انگریزی سے اردو میں منتقل کی ہیں چونکہ اس کا کام اب بھی جاری ہے اس لیئے اس کے ترجمے سے متعلق معلومات "عہد حاضر" کے باب میں پیش کی جائیں گی۔

انفرادی کوششیں

اس دور میں عام اردو انشا پردازوں کی زیادہ تر توجہ انگریزی ڈراموں، افسانوں، سوانح عمریوں اور سفرناموں تک محدود رہی۔ بعض ترجموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ناول

ٹرانسوال — ایک انگریزی ناول مترجمہ بہاری لال شفق (لاہور ۱۹۰۰ء)

خدائی فوجدار — "ڈان کوئک زاٹ" مترجمہ پنڈت رتن ناتھ سرشار (ملخص ترجمہ ہے)

اقبال ٹھگ — "دی کانفشنز آف اے ٹھگ" مترجمہ پنڈت پرشوتم لال ۱۸۹۲ء۔

فریب حسن — فاؤسٹ کا ترجمہ۔

شیطان کا غلام یا فاؤسٹ — مترجمہ منشی جوالا پرشاد برق

حیات بعد الموت — لارنس میڈیٹ کی کتاب کا ترجمہ

جسلو — ایک انگریزی ناول مترجمہ آغا حشر

طلسمات — والٹر اسکاٹ کی "دی ٹالسمن" مترجمہ محمد عبد الحلیم۔

شکسپیر کے ڈرامے

رومیو جولیٹ — شکسپیر کا ڈرامہ مترجمہ مہدی حسن خاں احسن لاہور ۱۹۰۲ء

بزم فانی — "رومیو اینڈ جولیٹ" کا ترجمہ از محمد شاہ آغا حشر دہلی ۱۹۰۰ء

واقعہ جہانگیر ناشاد المعروف بہ کھیل ہیملٹ — مترجمہ مرزا نظیر بیگ اکبر آبادی۔ آگرہ ۱۹۰۴ء۔

خون ناحق — "ہیملٹ" مترجمہ مہدی حسن خاں احسن

تیرنگاہ — "دی ٹمپسٹ" مترجمہ شفیع الدین خاں مراد آبادی ۱۸۹۷ء۔

مربدیٹک "ونٹرز ٹیل" کا ترجمہ دہلی سنہ ۱۹۰۰ء

جام الفت "مڈسمر نائٹز ڈریم" کا ترجمہ۔ گورکھپور سنہ ۱۹۰۳ء

بھول بھلیاں۔ "کامیڈی آف ایررز" مترجمہ فیروز شاہ خاں سنہ ۱۸۹۶ء

وینس کا سوداگر "دی مرچنٹ آف وینس" مترجمہ عاشق حسین سنہ ۱۸۹۶ء

چاند شاہ سود خوار "دی مرچنٹ آف وینس" کا ترجمہ سنہ ۱۸۹۵ء

سمبلائن "سمبلائن" کا ترجمہ از محمد عبدالعزیز

یاروں کی محنت برباد "لوز لیبر لاسٹ" مترجمہ محمد سلیمان سنہ ۱۸۹۹ء

کنگ لیر "کنگ لیر" مترجمہ لالہ سیتارام لکھنو

جعفر "اوتھیلو" کا ترجمہ سنہ ۱۸۹۵ء۔

شکسپیر دل پذیر "ایز یو لائک اٹ" کا ترجمہ

تلاطم ایران "میکبتھ" مترجمہ سہراب جی پستن جی حیدرآباد دکن

متفرق ترجمے

حکایات لقمان "ایسپز فیبلز" مترجمہ محبوب عالم سنہ ۱۸۹۳ء

جاسوسی قصے بعض انگریزی افسانوں کے ترجمے۔ پانی پت سنہ ۱۹۰۲ء

کتاب مقدس	انجیل کا ترجمہ ۔ لاہور ۱۸۸۳ء
استثنٰی کی کتاب	امرت سر ۱۸۸۳ء
ڈیوٹی (فرض)	ڈاکٹر اسمائلز کی کتاب کا ترجمہ ۱۸۸۳ء
تحریک	"سیلف ہلپ" مترجمہ مولوی حسن علی امرتسر
اخلاق افسقر الطبی	راسٹن کی کتاب "ٹیچنگز آف اپکٹیٹس" مترجمہ لالہ سیتارام
از عالم بالا	مترجمہ رتن ناتھ ۔ ۱۸۸۹ء
عمال نامہ روس	ڈی میکنزی والس کی "رشیا" کا ترجمہ لکھنو ۱۸۸۷ء ۔
تھسلی کا میدان جنگ	"دی بیاٹل فیلڈ آف تھسلی" مترجمہ علی حسن ۱۸۹۹ء ۔
مضامین بیکن	مترجمہ سائین داس ۔ راولپنڈی ۱۸۹۱ء
معلم السیاست	مل کی "پرنسپلز آف پولیٹیکل اکانمی" مترجمہ ابوالحسن لکھنو ۱۸۹۰ء ۔
حل الحساب	برنرڈ اسمتھ کی "ارتھمیٹکس" کا ترجمہ
علم النفس	"پرائمر آف سائکالوجی" کا ترجمہ ۱۹۰۲ء ۔ ۱۸۸۵ء
علم النفس والقوی	مترجمہ شیخ انعام علی بی اے انجمن پنجاب لاہور
رسالہ منہاج المنطق	"ایلیمنٹس آف لاجک" مترجمہ محمد رضا خاں لکھنو ۱۸۸۱ء

نظموں کے ترجمے
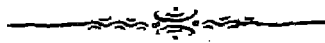
جدید اردو شاعری کا آغاز انگریزی نظموں کے اثرات کے تحت ہوا۔ مولوی محمد حسین آزاد کی تحریک اور کرنل ہالرائیڈ کی تائید سے انجمن پنجاب نے جو ماہانہ مشاعرے ۱۸۷۴ء میں منعقد کیے ان کا مقصد یہ تھا کہ "ایشائی[1] شاعری جو کہ دروبست عشق اور مبالغہ کی جاگیر ہوگئی ہے اس کو جہاں تک ممکن ہو وسعت دی جائے" جدید رنگ کے اولین شعراء .... انگریزی سے ناواقف تھے۔ انھیں جدید طرز سے ان تراجم کے ذریعے واقفیت حاصل ہوئی تھی جو خود انگریزوں کے ایما سے کرائے گئے تھے۔ مولانا حالی ان اولین شعرا میں سے ہیں جنھوں نے انگریزی نظموں کے منظوم اور منثور ترجمے کیے۔ دیوان[2] حالی میں ایک غزل کا عنوان "انگریزی اشعار کا ترجمہ" ہے۔

---

[1] دیباچہ مجموعۂ نظم حالی۔

[2] دیوان حالی مطبوعہ نامی پریس کانپور، صفحہ ۲۱۴۔

اس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

وہ دلربا امیدیں جن پر کہ تو ہے شیدا
جب دور تیرے دل سے ہوجائینگی سراپا

معلوم نہیں یہ کس انگریز شاعر کی نظم کا ترجمہ ہے اور اس میں شعریت کس حد تک تھی ترجمہ میں تو شعریت مفقود ہے۔

۱۸۷۷ء میں حالی نے "زمزمہ قیصری" کے عنوان سے ایک انگریزی شاعر مسٹر اسٹوک کی ایک نظم کا ترجمہ کیا۔ اصل انگریزی نظم دربار قیصری منعقدہ ۱۸۷۷ء میں پڑھی گئی تھی۔ پوری نظم تین حصوں پر مشتمل ہے۔ حصۂ اول کے ایک بند کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

پھر ہوا اسلام کے اقبال کا تارا بلند — جانب ہندوستاں محمود نے ہانکا سمند
وہ مسلمانوں کے حق میں ابر رحمت تھا مگر — ہندوؤں کے دل رہے اس کے ستم سے درد مند
وہ پہنچتا تھا جہاں ہوتی تھی واں آفت بپا — اور چلتا تھا جلو میں اس کے آسیب گزند

اس طرح ایک اور انگریز نے محمود غزنوی کے متعلق ایک نظم لکھی تھی جس کا اردو ترجمہ مولانا حالی نے اس طرح کیا۔

اے ملکِ زرنگار قدم ہے وہ کونسا — حملے سے جس کے ہے ترے ارکاں میں زلزلہ
وہ تیرے قصر اور ستون دار سائبان — معبد وہ جو پہاڑوں کے غاروں میں ہیں نہاں

ٹھاکر اور ان کے مندر، راجہ اور ان کے تخت

حملے سے اس کے آ کے پڑا سب پہ وقت سخت

پتلا غضب کا کونسا وہ ہولناک ہے

اے ملکِ زرنگار وہ غزنیں کی خاک ہے

آتا ہے لوٹتا ہوا اس بزم گاہ میں

پھرتے ہیں بکھرے تاج بہت اس کی راہ میں

کتے جو اس کے ساتھ شکاری ہیں بیشمار

ان کے گلوں میں ہیں وہ جواہر نگار ہار

بے رحم فوج لائی ہے جو لوٹ مار کر

مقتول رانیوں کے گلے سے اتار کر

گولڈ سمتھ کی نظم "ڈزرٹیڈ ولیج" کے اختتامی حصہ کا ترجمہ حالی نے حسب ذیل کیا ہے :۔

"اے میری پیاری نظم تو ان موقعوں سے پہلے بھاگنے والی نظم ہے جہاں نفسانی خواہشوں کی طغیانی ہوتی ہے۔ گو اس بے قدری کے زمانے پر بجائے اس کے کہ دلوں کو اپنی طرف مائل اور پاک شہرت حاصل کرے

---

[1] مقدمہ دیوان حالی مطبوعہ نامی پریس۔ صفحہ ۳۸۔

ہر جگہ ملامت کی جاتی ہے۔ تیری بدولت عام جلسوں میں مجھ کو شرمندہ ہونا
پڑتا ہے لیکن جب تنہا ہوتا ہوں تو تجھ پر فخر کرتا ہوں۔ تو کمال کے طالبوں
کی رہنما ہے اور نیکی کی دایہ۔ پس خدا ہی تیرا نگہبان ہوگا۔ دنیا کے کسی حصے
میں خواہ وہ ٹوانو کی چوٹیاں ہوں یا پمپار کا کی تلیٹی اور خواہ وہ خط استوی کا
نہایت گرم خطہ ہو یا قطب کا منجمد کرنے والا جاڑا، جہاں کہیں تجھ پر نکتہ چینی ہو
تو وقت کا مقابلہ کیجیو اور باد مخالف کے جھکڑوں پر غالب آئیو اور اپنے
درد ناک نالوں سے سچ کی مدد کیجیو جس کو لوگ حقیر جانتے ہیں تو گمراہوں کو دولت
کی حقارت کرنی سکھا اور اس کو اس بات کا یقین دلا کہ جو لوگ اپنے قدرتی
ذریعوں پر بھروسہ کرتے ہیں اگرچہ وہ مفلس ہوں لیکن خوشحال ہو سکتے
ہیں۔ مگر جو ترقی تجارت سے ملک میں ہوتی ہے وہ بظاہر ایک زمانہ تک
دھوم دھام دکھلاتی ہے۔ مگر بہت جلد آوے کی طرح بیٹھ جاتی ہے۔
جیسے کہ سمندر کی موجیں آخر اس بند کو برباد کر دیتی جو کمال محنت و مشقت
سے باندھا گیا ہو۔ جو ملک اپنے قدرتی ذریعوں پر بھروسہ کرتے ہیں
وہ زمانہ کی سختیوں اور بربادیوں کا اس طرح مقابلہ کرتی ہیں جیسے
چٹانیں سمندر کی موجوں اور طغیانیوں کا مقابلہ کرتی ہیں اور جہاں تھیں
وہیں بدستور جمی رہتی ہیں۔"

مولوی محمد حسین آزاد نے بعض نظمیں انگریزی طرز پر لکھیں۔ ترجموں میں انھوں نے آزادی سے کام لے کر انگریزی خیالات کو اردو نظم کا جامہ پہنایا۔ مجموعہ نظم آزاد میں ان کی ایک نظم ہے جس کا عنوان "الوالعزمی کے لیئے کوئی سدرہ نہیں" ہے۔ یہ لارڈ ٹینی سن کی نظم "ایکسلسیر" کے انداز پر لکھی گئی ہے۔ اسی رنگ کی دوسری نظمیں "ایک ستارے کا عاشق" "معرفت الٰہی" "مثنوی شرافت حقیقی" وغیرہ ہیں۔

بعد کے ایک اور شاعر سرور نامی نے جو انگریزی زبان و ادب سے برائے نام واقف تھے۔ بعض انگریزی نظموں کے ترجمے کیے "ترانہ ہستی" "بچہ اور ہلال" "امید وطفلی" "ترانہ خواب" اور "موسم گرما کا آخری گلاب" اچھی نظمیں ہیں۔ آخر الذکر نظم "دی لاسٹ روز آف سمر" کا ترجمہ ہے۔

اکبر الہ آبادی نے ٹینی سن کی نظم "برک" کا ترجمہ کیا جو زبان کی صفائی وسلاست اور خیالات کی روانی کی وجہ سے آج تک بہت مقبول ہے۔

نظم طباطبائی مرحوم کو انگریزی سے منظوم ترجمہ کرنے میں جو کامیابی ہوئی شاید ہی کسی کو ہوئی ہو۔ انھوں نے گرے کی نظم

"اوڈ آن اسپرنگ"، "اوڈ آن وانسٹی بیلوڈ" اور "ایلیجی" کا ترجمہ کیا۔ تینوں نظمیں پڑھنے کے قابل ہیں۔ لیکن آخر الذکر نظم "گورغریباں" میں گرے کے خیالات کو اس خوبی سے اپنا لیا گیا ہے کہ وہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ خیالات میں اس قدر مشرقیت پیدا ہو گئی ہے اور زبان میں ایسی روانی، سلاست اور شاعرانہ لطافتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ یہ نظم خود طباطبائی کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔

اکثر انگریزی نقاد اس امر پر متفق ہیں کہ کرامول پر خونریزی کا الزام عاید کرنا غلطی ہے۔ اور اسے "ایلیجی" کے نقایص میں شمار کیا جاتا ہے۔ مترجم نے ترجمہ میں اس قسم کے کسی اعتراض کی گنجایش نہیں رکھی ہے اور۔ "Some Cromwel guilt-less of his country's blood" کا ترجمہ ع

وہ رستم ہے نہیں سہراب کا خوں جس کی گردن پر

کیا ہے۔

گورغریباں کے بعض بند خاص طور پر قابل مطالعہ ہیں۔ یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ جو قابل قدر کام انگریزی دنیا کو عمر خیام سے واقف کرانے کی غرض سے فٹز جیرلڈ نے انجام دیا، مولنا طباطبائی نے

بھی اردو دنیا کو کرے سے واقف کرانے اور اس کے شہ کار کی ترجمانی میں ویسی ہی خدمت انجام دی۔ اصل نظم میں کرامول اور ملٹن کا ذکر تھا۔ طباطبائی نے ان کی جگہ رستم اور فردوسی کو دے دی ہے۔ ملٹن اور فردوسی دونوں کی رزمیہ نظمیں دنیا میں مشہور ہیں۔

نادر علی خاں نادر کاکوروی نے متعدد انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے کیے ان کے کلام کا مجموعہ "جذبات نادر" سنہ ۱۹۱۰ء میں چھپا۔ انھوں نے ٹینی سن کی نظم پوئٹز مائینڈ Poet's Mind کا اچھا ترجمہ کیا ہے پہلا شعر یہ ہے۔

مت دکھا شاعر کا دل ظالم کبھی تو بھول کے

اپنی اوچھی عقل سے اور اپنے اوچھے فہم سے

انگلستان کے شہرۂ آفاق شاعر لارڈ بائرن کی مشہور نظم ٹی یرز Tears کا بھی نادر نے ترجمہ کیا۔ اصل کے تمام مطالب کو اردو میں منتقل کرنے میں کچھ کامیابی ہوئی ہے لیکن اصل میں جو جوش اور لطف ہے وہ پیدا نہ ہو سکا۔

"مرحومہ کی یاد میں" کے عنوان سے مور کی آیرش میلڈیز Irish Melodies کی ایک مختصر اور غم انگیز نظم کا

ترجمہ کیا۔

روز ہارٹ وک تھارپ کی ایک نظم کا ترجمہ "گھنٹہ نہیں بجے گا" کے عنوان سے کیا۔ ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ چنانچہ اسے ہماری ابتدائی جماعتوں کے نصاب میں داخل کر لیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ آئرش میلڈیز کی ایک اور نظم کا ترجمہ "نادر بیتے گزرے زمانے کی یاد" کے عنوان سے کیا اور ٹامس مور کی مشہور نظم لالہ رخ کی آخری مثنوی "لائٹ آف دی حرم" کو اردو میں منتقل کیا۔ نظم طویل ہے جا بجا ترجمہ پن پایا جاتا ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری کے اولین دور میں متعدد انگریزی نظموں کی ترجمانی اپنے الفاظ اور انداز میں کی۔ "ایک پہاڑ اور گلہری" "ایمرسن سے "ہمدردی" ولیم کوپر سے "پیام صبح" لانگ فیلو سے "اور عشق اور موت" ٹینی سن سے ماخوذ ہے۔ فرانسیسی شاعر گاتیر کی ایک نظم کا ترجمہ اقبال نے "آفتاب" کے عنوان سے کیا ہے۔ اچھا ترجمہ ہے۔ تصنیف کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اے آفتاب روحِ روانِ جہاں ہے تو　　شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تو

باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا
ہے سبز تیرے دم سے چمن ہست و بود کا

قائم یہ عنصروں کا تماشا تجھی سے ہے
ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے

ضامن کنتوری نے "ارمغان فرنگ" میں انگریزی کی ایسی چیدہ چیدہ نظموں کے ترجمے چھپوائے ہیں جو ایک حد تک ہمارے ذوق کے مطابق ہیں۔ انھوں نے اصل کے تمام مطالب کو بے کم و کاست انھیں تشبیہات اور استعارات اور اسلوب کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے جو شاعر نے استعمال کیا ہے بعض غیر معروف اور وقتی اہمیت رکھنے والی نظموں کا بھی ترجمہ کیا گیا ہے

ضامن نے ارل آف اکسفورڈ کی نظم کا ترجمہ "تمنا" کے عنوان سے مسز الزبتھ بیرٹ براؤننگ کی دو نظموں کا ترجمہ "گل بے موسم" اور "عشق و حسرت" کے عنوان سے اور ولیم کوپر کی نظموں کا ترجمہ "حرکت میں برکت" اور "فاختہ" کے عنوان سے کیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ورڈسورتھ، کولرج، ٹامس پارنل، الکزنڈر پوپ، آلیور گولڈ اسمتھ، جارج للن، جیمس مانٹگمری، ٹامس ہڈ، لانگ فیلو، شیلی، اسکاٹ اور شکسپیر کی بعض مختصر نظموں کے ترجمے

علی الترتیب "بچپنے کی یاد" "جوانی اور پیری" "اسرار حقیقت" داخل نظم میں چند تمہیدی اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے) "قسمت (این اسے آن مین) An essay on Man کے چند تمہیدی اشعار" "راہب" "Traveller" "زندہ دلی" "آدمی" "خواب پریشان" "دل بے قرار" "وقت" "بچے کی پیدائش کا گیت" اور "نظم کی تاثیر" کے عنوان سے کیے ہیں۔ اس کے علاوہ لانگ فیلو، شیلی، اسکاٹ اور شیکسپیر کی بعض نظمیں "تبسم سحر" "دھوپ اور چاندنی" "ابر" "روح کی رخصت کا گیت" "اور ظاہر داری" اور "زندگی کا تصیر" کے عنوان سے اردو میں منتقل کی گئی ہیں۔ ایک جرمن نظم انگریزی کے توسط سے اردو میں منتقل کی گئی ہے لیکن مصنف اور انگریزی مترجم دونوں کے نام نہیں دئے گئے ہیں "صلائے عام" اس کا عنوان ہے۔ "رفتار زمانہ" بھی ایک انگریزی نظم کا ترجمہ ہے۔

عہدِ حاضر (۱۹۱۷ء کے بعد)

دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ

ہندوستان کی حد تک بیسویں صدی کا سب سے زبردست علمی کارنامہ جامعہ عثمانیہ کا قیام ہے جو ۱۹۱۷ء میں عمل میں آیا۔ اس کے ساتھ ہی سررشتہ تالیف و ترجمہ قایم ہوا۔ مولوی عبدالحق صاحب اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ اول اول صرف مغربی تصانیف کے تراجم کا انتظام کیا گیا تھا لیکن ۱۳۳۶ف میں مشرقی کتابوں کے ترجمہ کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ مولوی عبدالحق صاحب کے ہٹنے کے بعد مولوی عنایت اللہ صاحب دار الترجمے کے ناظم بنائے گئے۔ ان کی نیابت کی خدمت میڈیکل کالج کے صدر ڈاکٹر فرحت علی صاحب کے سپرد ہوئی۔

دار الترجمہ نے اس وقت تک مختلف جدید علوم کی (۲۹۸) کتابوں کا ترجمہ کیا جو شایع ہو چکی ہیں۔ ان سب کا ذکر یہاں

ناممکن ہے۔ کیونکہ ان کی فہرست طویل ہے۔ نیز یہ کتابیں اس وقت باسانی مل جاتی ہیں۔ اس لیے ان کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔ تاریخ ہند (عہد ہنود عہد اسلام اور برطانیہ) پر ۳۹ کتابیں۔

مضمون	تعداد	مضمون	تعداد
تاریخ انگلستان	۷	منطق	۴
تاریخ یورپ	۱۳	مابعد الطبیعیات	۳
تاریخ یونان	۸	نفسیات	۱۴
تاریخ روما	۸	اخلاقیات	۱۱
تاریخ اسلام	۱۸	قانون	۱۱
جغرافیہ	۵	ریاضیات	۲۷
سیاسیات	۱۲	طبیعیات	۲۱
دستور انگلستان	۴	کیمیا	۱۷
معاشیات	۱۳	حیاتیات	۶
عمرانیات	۲	طب	۲۸
فلسفہ	۱۶	انجنیری	۳۹

دارالترجمہ کا طریقۂ کار

اس ادارہ میں تالیف و ترجمہ کا کام اس طرح انجام پاتا ہے کہ جامعۂ عثمانیہ کی نصابی مجلسیں اپنی اپنی ضرورت کی کتابوں کا انتخاب کرتی ہیں۔ یہ انتخاب جب مجالس اعلیٰ میں منظور ہو چکتا ہے تو تحریک دارالترجمہ کو روانہ کی جاتی ہے۔ دارالترجمہ کے مترجمین دو قسم پر مشتمل ہیں۔ ایک وہ جو اس کے تنخواہ یاب رکن ہیں۔ دوسرے بیرون ملک کے اصحاب جو ترجمہ کی اعلیٰ اہمیت رکھتے ہیں۔ اراکین عام طور پر فلسفہ، سیاسیات، تاریخ معاشیات، قانون، ریاضی، طب وغیرہ کی کتابوں کو اردو میں منتقل کرتے ہیں۔ بیرونی مترجمین سے بالعموم کیمیا، طبیعیات، نباتیات، حیوانیات اور انجنیئری کی کتابوں کے ترجمے کرائے جاتے ہیں۔ جب ترجمہ مکمل ہو چکتا ہے تو کسی ماہر فن سے اس کی نظر ثانی کرائی جاتی ہے۔ پھر مذہبی اور ادبی ناظروں کی نظر سے گزرنے کے بعد طباعت کے لیے مطبع میں دیا جاتا ہے۔

ترجمہ کے دوران میں مترجمین ایسے الفاظ اور اصطلاحات کی فہرستیں

متعلقہ مجالس وضع اصطلاحات میں بھیجتے ہیں جن کے مترادف الفاظ اردو میں نہیں ملتے ۔ مجالس وضع اصطلاحات کا کام جدید علوم کی ضروریات کے مطابق اردو میں علمی اور فنی اصطلاحیں وضع کرنا ہے ۔ ان مجالس کے اراکین دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک وہ جو اس علم کے ماہر ہوتے ہیں جس کی اصطلاحات کا ترجمہ زیرِ غور ہوتا ہے ۔ دوسرے ایسے اصحاب جو عربی فارسی اور اردو میں کامل دستگاہ رکھتے اور اردو زبان کی ادبی اور لسانی خصوصیتوں اور اس کے ذخیرۂ الفاظ سے کامل آگاہی رکھتے ہیں ۔

ماہرینِ زبان کی حیثیت سے مجالس وضع اصطلاحات میں شرکت کا موقع نواب حیدر یار جنگ طبا طبائی مرحوم ۔ علامہ عبداللہ عمادی ۔ ڈاکٹر عبدالحق ۔ مولوی عبدالباری صاحب ندوی ۔ مرزا محمد ہادی صاحب رسوا مرحوم پروفیسر وحیدالدین سلیم مرحوم ۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور حکیم شمس اللہ قادری کو ملا ہے ۔ پروفیسر سلیم مرحوم وضع اصطلاحات کے ماہر تھے ۔ ان کی بیش بہا تصنیف "وضع اصطلاحات" بہت مشہور ہو چکی ہے ۔

جن اصحاب نے مختلف مغربی تصانیف کا ترجمہ کرکے دارالترجمہ کو کامیاب بنایا ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں ۔

قاضی تلمذ حسین صاحب ۔ قاضی محمد حسین صاحب ۔ سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

چودھری برکت علی مرحوم۔ مرزا محمد ہادی رسوا مرحوم۔ محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب
احسان احمد صاحب۔ ابو الخیر مودودی صاحب۔ رشید احمد صدیقی صاحب۔
محمد نذیر الدین صاحب۔ محمد عبد الستار صاحب۔ عنایت اللہ صاحب۔
کشن چند صاحب۔ شیخ برکت علی صاحب اور عزیز الرحمٰن صاحب۔

دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کے قیام سے پہلے فورٹ ولیم کالج، حیدر آباد (شمس الامراء) دہلی کالج، سائنٹفک سوسائٹی وغیرہ نے ترجمہ کے سلسلے میں جو کوششیں کیں وہ سب وقتی، عارضی اور چھوٹے پیمانے پر تھیں۔ ان میں سے اکثر اداروں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اردو والوں کو جدید مغربی علوم سے ایک حد تک واقف کرایا جائے۔ نواب شمس الامراء اور دہلی کالج کے اربابِ علم نے ترجمے نصابی اغراض کے تحت کرائے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اعلیٰ درجہ کی کسی تصانیف کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لیے کہ انہیں جامعہ عثمانیہ جیسے عظیم الشان ادارہ کے لیے نہیں بلکہ معمولی درس گاہوں یا کالجوں کے لیے نصابی کتب تیار کرنا تھا۔ ان کو اتنے مواقع اور ذرائع حاصل نہ تھے جتنے کہ سلطان العلوم شہریار دکن کی سرپرستی میں آج دار الترجمہ کو حاصل ہیں۔ اسی وجہ سے انیسویں صدی کے ترجموں کا

اثر دیر پا ثابت ہوا اور اردو دانوں کے دلوں میں انہیں وہ جگہ نہیں مل سکی جن پر دارالترجمہ کی مطبوعات نے اب قبضہ جما لیا ہے۔

گزشتہ صدی کے مترجمین نے اردو الفاظ کے مفہوم کا تعین کرنے اور زبان کو علمی اور حکمی بنانے کی کوئی باضابطہ اجتماعی اور مستقل کوشش نہیں کی۔ یہ ان سے ممکن بھی نہیں تھا اس لیے کہ اس اہم کام کے کرنے کے لیے کثیر رقم اور متعدد علمائے سائنس و علوم اور ماہرین زبان و لسان کی متحدہ خدمات درکار تھیں۔

ترجمے کے سلسلے میں وضع اصطلاحات کی کٹھن اور سنگلاخ منازل جس طریقہ پر طے کی جا رہی ہیں اس کا ذکر ہو چکا۔ اب آخر میں ترجموں کی زبان اور اسلوب کی خصوصیات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے

جیسا کہ مولوی عبدالحق صاحب نے دارالترجمہ کی مطبوعات کے مقدمے میں لکھا ہے "جدید اور وضع کردہ الفاظ یقیناً اجنبی اور غیر مانوس معلوم ہوں گے اور اہل زبان انھیں دیکھ کر ناک بھوں چڑھائیں گے۔ لیکن چونکہ جو علوم اردو میں منتقل کیے جا رہے ہیں وہ اس کے لیے بالکل نئے ہیں اور اس لیے ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں۔ اس کے باوجود جدید الفاظ کے وضع کرتے وقت انتہائی احتیاط اور غور و فکر سے

کام لیا جاتا ہے۔ اور ترکیب و اشتقاق کے جن اصول پر اردو اس وقت تک کاربند رہی ہے انہیں کے تحت الفاظ و اصطلاحات وضع کیے جاتے ہیں۔ باوجود اس اہتمام کے جدید الفاظ عام اردو دانوں کو غیر مانوس معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ واجبی بھی ہے اس لیے کہ "ایسا[1] ملک جس سے ایجاد و اختراع کا مادہ سلب ہو گیا ہو جہاں کے لوگ نئی چیزوں کے بنانے یا دیکھنے کے عادی نہ ہوں وہاں ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں" کوئی چیز جب پہلے پہل ہمارے سامنے آتی ہے تو غیر مانوس معلوم ہوتی ہے لیکن رفتہ رفتہ اس کی غرابت اور اجنبیت زائل ہو جاتی ہے۔"

الفاظ اور اصطلاحات کی صحت اور سقم کا تصفیہ زمانے کے ہاتھ ہے۔ ناقص اور ثقیل الفاظ خود بخود متروک ہو جائیں گے۔

دار الترجمہ کی ایسی مطبوعات بھی جو مغربی زبانوں سے ترجمہ کی گئی ہیں الفاظ اور اصطلاحات کے علاوہ اسلوب بیان کی اجنبیت بھی پائی جاتی ہے۔ ایسا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جس زبان سے ترجمہ کیا جاتا ہے اس کا اسلوب بیان مترجم کے دل و دماغ پر مستولی ہو جاتا ہے۔

---

[1] مقدمہ مطبوعات دار الترجمہ۔

دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ کا قیام اردو زبان کو علوم و فنون سے مالا مال کرنے کی پہلی باقاعدہ اور مستقل کوشش ہے جو بڑے پیمانے پر کی جارہی ہے یہ کہنا ہرگز بیجا نہ ہوگا کہ اس جامعہ کے قیام سے قبل اردو زبان و ادب کی تمام تر کائنات بہت بڑی حد تک شاعری و قصص اور افسانوں تک محدود تھی جدید مغربی علوم پر بعض کتابیں تیار کرائی گئی تھیں لیکن ان کی جو کمزوریاں تھیں ان کا بیان گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

دار الترجمہ کی مطبوعات نے اردو میں غیر معمولی وسعت پیدا کردی۔ جدید علوم و فنون کا کافی ذخیرہ اردو میں منتقل کردیا اور علمی خیالات کے اظہار کے لیے گنجایش پیدا کردی۔ اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے الفاظ رائج کیے جارہے ہیں جن کے مشتقات آسانی سے بن سکتے ہیں اور جو دوسرے الفاظ کے ساتھ بآسانی ملائے جاسکتے ہیں اور جدید اور قدیم علمی اور فنی الفاظ، اسمائے نکرہ اور اصطلاحات کا مفہوم معین ہوتا جارہا ہے۔ دار الترجمہ کی بنائی ہوئی اصطلاحات اب ہندوستان کے تمام حصوں میں استعمال کی جارہی ہیں۔ اسی رفتار سے ترقی ہوتی رہی تو اردو زبان کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں بہت جلد جگہ مل جائے گی۔

انجمن ترقی اردو

انجمن ترقی اردو کے قیام کا مقصد "اردو زبان کو علمی حیثیت سے ترقی دینا ہے"۔ جیسا کہ ہم گزشتہ باب میں بیان کر آئے ہیں اس انجمن نے ابتدائی دس سال میں کوئی نمایاں ترقی نہیں کی۔ ابتدائی سالانہ رپورٹوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تجویزیں تو بہت ساری پیش ہوئیں اور کتابوں اور مترجمین کے نام بھی شایع کیے گئے، لیکن ان میں سے بیشتر ترجمے مسودوں ہی کی شکل میں رہ گئے۔

۱۹۱۳ء سے قبل جو ترجمے انجمن نے شایع کیے ان میں اولین کتاب "فلسفۂ تعلیم" ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف "ایجوکیشن" کا ترجمہ ہے، جو ۱۹۰۴ء میں رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور میں چھپا۔ مترجم کا نام خواجہ غلام الحسنین پانی پتی ہے۔ اصل انگریزی کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ جرمن، فرانسیسی، اطالوی، روسی، ہسپانوی، سویڈی، یونانی، جاپانی، چینی اور دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے شائع ہوئے۔

اردو ترجمہ بھی بہت سلیقہ اور قابلیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس زمانے میں کوئی شخص کسی علمی کتاب کا ترجمہ کرنا چاہتا ہے تو "فرہنگ اصطلاحات علمیہ" سے اسے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کتابوں میں بھی اسے بہتیرے الفاظ مل جاتے ہیں، جو اسی موضوع پر اس سے قبل شایع ہو چکی ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں "فلسفۂ تعلیم" کے مترجم کو اپنے کام کی تکمیل میں اصطلاحات اور طرز بیان کی بہت ساری رکاوٹیں پیش آئیں۔ اس کے باوجود انھیں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ کتاب کے آخر میں شمس العلما مولوی ذکا اللہ، مولنا حالی، ڈاکٹر نذیر احمد اور پروفیسر وحید الدین سلیم کی رائیں چھاپی گئی ہیں۔ سبھوں نے ترجمے کی جی کھول کر تعریف کی ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے کہ "خواجہ غلام الحسنین نے اسپنسر کی کتاب ایجوکیشن کا سلیس، شگفتہ، بامحاورہ، مطلب خیز ترجمہ کر کے قوم اور ملک کی بڑی سخت ضرورت کو پورا کیا ہے" دوسری کتاب "نپولین بونا پارٹ" ایبٹ کی شہرۂ آفاق تصنیف کا ترجمہ ہے۔ معین الدین شاہ جہاں پوری نے اچھا ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں میں چھپی ہے۔

۱۹۱۳ء سے اب تک یعنی گزشتہ بائیس سال کے عرصے میں انجمن نے متعدد و قابل قدر مغربی تصانیف کے حسب ذیل ترجمے شایع کرائے
"تاریخ ادبیات ایران"، "ریاست"، "فاؤسٹ"، "تاریخ اخلاق یورپ"، "تاریخ تمدن" (دو حصے)، "مشاہیر یونان و روما"، "ملل قدیمہ"، "مقدمات الطبیعیات"، "تاریخ ایران" اور "مبادئ سائنس"۔

"تاریخ ادبیات ایران" پروفیسر براؤن کی "ہسٹری آف پرشین لٹریچر" کے پہلے حصہ کا ترجمہ ہے۔ پروفیسر سید سجاد حسین نے بڑی محنت سے ترجمہ کیا لیکن نظر ثانی کرائے بغیر ترجمے کی عبارت پاکیزہ اور اصل کے مطابق نہ ہوسکی۔

"ریاست" افلاطون کی مشہور تصنیف "ریپبلک" مترجمہ ڈاکٹر ذاکر حسین ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

"فاؤسٹ" مشہور جرمن شاعر گیٹے کے ڈرامہ کا مکمل اور معیاری ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

پروفیسر لیکی کی مشہور کتاب "یوروپین مارلز" کا ترجمہ "تاریخ اخلاق یورپ" کے عنوان سے مولوی عبدالماجد دریابادی نے کیا۔

"تاریخ تمدن"۔ ٹامس بکل کی "ہسٹری آف سویلزیشن" کا ترجمہ جو دو جلدوں میں شایع ہوا ہے۔ ابتدائی چھ ابواب کا ترجمہ منشی احمد علی مرحوم نے کیا اور باقی حصہ مولوی عبدالماجد دریابادی نے اردو میں منتقل کیا۔

"مشاہیر یونان وروما"۔ پلوٹارک کی زندۂ جاوید تصنیف "لایوز آف دی ایمینٹ گریکس اینڈ رومنز" کا ترجمہ۔ مولوی سید ہاشمی فریدآبادی نے مترجم کے فرایض کی ادائیگی میں سلیقہ سے کام لیا ہے۔

"ملل قدیمہ" ایک فرانسیسی تصنیف کا فارسی ترجمہ ہے جسے محمود اعظم صاحب نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

مقدمات الطبیعیات۔ ہکسلی کی کتاب کا اردو ترجمہ۔

خطبات گارساں دتاسی۔ مشہور فرانسیسی مستشرق گارساں دی تاسی کے خطبات کا ترجمہ جو رسالہ اردو میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر خطبات کو ڈاکٹر یوسف حسین پروفیسر تاریخ جامعۂ عثمانیہ نے اردو میں منتقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ جامعۂ عثمانیہ کے لیے انجمن ترقی اردو نے حسب ذیل کتابیں تیار کرائیں:—

تاریخ تمدن یورپ از گزو   برطانوی ہند از لائل

تاریخ ہندوستان از مارشمن — موجودہ یورپ از ایلیس فلپ
ڈلہوزی رولرز آف انڈیا سیریز — نظام حکومت انگلشیہ از سیج ہارٹ
تاریخ انقلاب یورپ از مورس اسٹیون — تاریخ عہد انگلشیہ از مارشمن
عروج فرانس از ویکمن

انجمن کے رسالہ "اردو میں" انگریزی اور فرانسیسی اور دوسری زبانوں کے مضامین کے اعلیٰ قسم کے اور مفید ترجمے چھپتے رہتے ہیں۔

دارالمصنفین (اعظم گڈھ)

دارالمصنفین کی توجہ زیادہ تر مشرقی علوم وفنون اور مذہبی مسایل کی طرف رہی۔ لیکن اس نے مغربی فلسفیوں اور ماہرین نفسیات مثلاً برکلے اور موسیو لیبان کی بعض اعلیٰ قسم کی تصانیف کے ترجمے بھی شایع کیے ہیں۔ مغربی خیالات کی ترجمانی بڑی حد تک جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے مخصوص ہوگئی ہے' لیکن چونکہ مصر میں اس قسم کی بعض کتابوں کے ترجمے شائع ہوئے ہیں اس لیے انگریزی سے ناواقف عربی داں اصحاب نے عربی کے توسط سے بعض عمدہ اور مفید کتابیں اردو میں منتقل کی ہیں۔

اس مرکز کے ترجموں کی زبان بڑی حد تک عربی آمیز ہے۔ جو ترجمے اس وقت تک شایع ہوئے ہیں ان میں روح الاجتماع' انقلاب الامم' مبادی علم انسانی' مکالمات برکلے' پیام امن' فطرت نسوانی' اور افکار عصریہ قابل ذکر ہیں۔

روح الاجتماع۔ مشہور فرانسیسی عالم موسیو لیبان کی تصنیف مترجمہ محمد یونس فرنگی محلی۔

انقلاب الامم ۔ موسیو لیبان کی کتاب "سائیکالوجی آف دی ایولیوشن آف پیوپلز" کے عربی ترجمہ "سر تطور الامم" کا اردو ترجمہ ۔ از مولوی عبد السلام ندوی ۔

مبادی علم انسانی ۔ برکلے کی معرکۃ الآرا کتاب "پرنسپلز آف ہیومن نالج" مترجمہ مولوی عبد الباری ندوی ۔

مکالمات برکلے ۔ برکلے کی "ڈائلاگز" مترجمۂ مولوی عبد الماجد دریابادی بی ۔ اے ۔

پیام امن ۔ موسیو رچرڈ پال کی فرانسیسی تصنیف کا ترجمہ ۔

فطرت انسانی ۔ مشہور فرانسیسی مصنف پروفیسر مارٹن کی کتاب کے عربی ترجمہ سے مولوی عبد السلام ندوی نے تلخیص کی ہے ۔

افکار عصریہ ۔ چارلس آر گبس کی کتاب مترجمۂ محمد نصیر احمد عثمانی پروفیسر طبیعیات جامعہ عثمانیہ ۔

ترجمہ کے اس مرکز کا یہ امتیاز قابل فخر ہے کہ اس کے شایع کردہ سارے ترجمے نہایت مفید اور اعلیٰ معیار کے ہیں ۔

ہندوستانی اکیڈمی اور اردو اکیڈمی

ہندوستانی اکیڈمی اردو اور ہندی ادب کو ترقی دینے کی غرض سے صوبہ جات متحدہ کی حکومت نے ۱۹۲۷ء میں "ہندوستانی اکیڈمی" کے نام سے ایک ادارہ الہ آباد میں قائم کیا۔ اکیڈمی کے اغراض ومقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ اردو اور ہندی کی ترقی کی غرض سے عمدہ تصانیف اور تراجم کے واسطے ہندوستانی جامعوں اور ادبی انجمنوں یا دوسرے مستحق اور قابل انشاپردازوں کو مالی امداد دی جائے۔

اس ادارہ کے انتظامات ایک کونسل اور ایک مجلس عاملہ (اکزیکیوٹیو کمیٹی) کے سپرد ہیں۔ اصل اختیارات رفقاء کے ہاتھ میں ہیں جن کا انتخاب کونسل کے اراکین کرتے ہیں۔ سر تیج بہادر سپرو اکیڈمی کے صدر اور ڈاکٹر تارا چند پی، ایچ۔ ڈی معتمد ہیں۔ اس کا مستقبل بہت درخشاں نظر آتا ہے۔ اکیڈمی کے تماہی رسالہ "ہندوستانی" میں اعلیٰ پایہ کے مضامین شایع ہوتے ہیں۔ اس کی ادارت بعض

فاضل اصحاب کے سپرد کی گئی ہے، جن میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ) صدر شعبہ مشرقی جامعہ الہ آباد قابل ذکر ہیں۔

اکیڈمی کے اراکین کی زبان سادہ اور سلیس ہوتی ہے۔ اس نے اس وقت تک حسب ذیل دو ڈراموں کے اردو ترجمے شائع کرائے ہیں:۔

ناتن۔ مشہور جرمن ڈرامہ نویس لیسنگ کی تصنیف "ناتن دروازے" کا ترجمہ اصل جرمن سے منشی فاضل محمد نعیم الرحمٰن نے کیا۔ اصل ڈرامہ کی لطافت اور جاذبیت کو اردو میں منتقل کرنے میں مترجم کو جیسی چاہیئے کامیابی نہیں ہوئی۔

فریب عمل۔ انگلستان کے مشہور ڈرامہ نگار جان گالزوردی کی تصنیف مترجمہ منشی جگت موہن لال رواں ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

اردو اکیڈمی اردو اکیڈمی کا مقصد جامعہ ملیہ کے سپوتوں کے علمی کارناموں کی اشاعت ہے۔ یہ ادارہ حیرت انگیز رفتار سے ترقی کرتا جا رہا ہے اور اس کی مطبوعات سارے ہندوستان میں بہت مقبول ہو رہی ہیں۔ اکیڈمی کی طرف سے بعض اچھے ترجمے شایع ہوئے ہیں جن میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

تاریخ فلسفۂ اسلام، آزادی، تاریخ مغربی یورپ، عربوں کا تمدن،

سیرۃ نبوی اور مستشرقین، مبادئی معاشیات، نفسیاتِ شباب۔

تاریخ فلسفۂ اسلام۔ جرمن مستشرق ٹی۔ جی بوئر کی مشہور تصنیف مترجمۂ ڈاکٹر سید عابد حسین ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

آزادی۔ جان اسٹوارٹ مل کی کتاب "لبرٹی" کا ترجمہ۔ از سعید انصاری بی۔ اے۔

تاریخ مغربی یورپ۔ ڈاکٹر رابِن کی کتاب "ہسٹری آف وسٹرن یورپ" کا اردو ترجمہ۔ از نذیر نیازی بی۔ اے۔

عربوں کا تمدن مشہور مستشرق جوزف ہیل کی کتاب مترجمہ نذیر نیازی بی۔ اے۔

سیرۃ نبوی اور مستشرقین۔ جرمن مستشرق ولہاوزن کے اس مضمون کا ترجمہ جو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے نویں ایڈیشن میں شائع ہوا۔ از عبدالعلیم احراری بی۔ اے (مترجم نے متن میں اپنی طرف سے کچھ اضافے کئے ہیں۔)

مبادئ معاشیات۔ اسڈون کینین کی مشہور تصنیف مترجمۂ ڈاکٹر ذاکر حسین۔

نفسیاتِ شباب۔ جامعہ برلن کے پروفیسر اڈورڈ اشپرنگر کی ایک

تصنیف مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔
ترجمہ اصل جرمن سے کیا گیا ہے۔

میری داستانِ حیات۔ امریکن فاضلہ ہلن کیلر کی خود نوشت
سوانح عمری کا ترجمہ۔
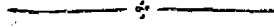
انفرادی کوششیں

عہد حاضر میں علمی اور حکمی تصانیف اجتماعی کوششوں سے اردو میں منتقل ہو رہی ہیں۔ انفرادی کوششیں بڑی حد تک ادب کی مختلف اصناف مثلاً افسانوں، ناولوں، ڈراموں اور نظموں تک محدود رہی ہیں۔ مستند اور ذمہ دار ترجمے بہت کم شایع ہوئے ہیں۔ آزاد اور ناقص قسم کے ترجمے کا رواج کثرت سے ہوتا ہے۔ ماخذوں کا پتہ عموماً نہیں بتلایا جاتا۔ فی زمانہ اردو داں اپنی انشا پردازی عام طور پر انگریزی مضامین اور افسانوں کے ترجموں سے شروع کرتے ہیں۔ رسائل کی مقبولیت کی وجہ سے مغربی افسانوں کے ترجموں کا رواج روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ مترجموں کی اکثریت کو انگریزی اردو زبان پر کافی عبور حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ترجمے بالعموم ناقص ہوتے ہیں اور ان میں جگہ جگہ زبان، طرز بیان اور ترجمے کی ایسی لغزشیں نظر آتی ہیں جو بعض اوقات نہایت تمسخر انگیز ہو جاتی ہیں۔ مستند معیاری اور اعلیٰ پایہ کے تراجم بھی شایع ہوئے ہیں۔

لیکن ان کی تعداد عام ترجموں کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

مغربی افسانہ نویسوں میں ماپساں چیخوف ترگینف اور ٹالسٹائے کے کارناموں کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ ان کے اور متعدد دوسرے مغربی افسانہ نگاروں کے ترجمے رسایل میں آئے دن بکثرت شایع ہوتے رہتے ہیں۔

گزشتہ دور میں عام اردو دانوں میں شکسپیر کو زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔ اس دور میں رینالڈز کو مقبولیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ایچ جی ویلز، سر آرتھر کانن ڈائل، الگزنڈر ڈیوما، ای فلپس آپنہیم، ایڈگر والس، رابرٹ ہچنز، لارڈ فریڈرک، ہیملٹن، فریمین ولز، کرافٹز، جارج اے برمنگھم، ویلنٹائن ولیمز، رچرڈ ہنری سیویج، چارلس میک او اے ارنسٹ ڈیویز، میری رابرٹس رینہارٹ، مارس لیبلانک، سکس رومر اور اس فیلپچر کے اکثر ناول اردو میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان مطبوعات کو اردو ادب میں کوئی نمایاں جگہ نہیں دی جا سکتی یہ بیان اور طرز بیان کے لحاظ سے بہت ناقص ہیں اور صرف تجارتی اغراض کے تحت ترجمہ کی گئی ہیں۔

مغربی ڈرامہ نگاروں میں مولیر، شیریڈن، گولڈسمتھ، آسکر وائلڈ، ایس، گالزوردی اور برنارڈشاہ کو اردو دنیا میں مقبولیت حاصل ہو رہی ہے ان کے

بعض کارناموں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

۱۹۱۷ء سے اس وقت تک جو ترجمے انفرادی طور پر مختلف افراد نے شایع کیے اس میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

ناول

فسانۂ لندن (سلسلہ اول)..... رینالڈز کا ناول "مسٹریز آف لنڈن" مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری (۱۷ جلدوں میں)

فسانۂ لندن (سلسلہ ثانی)...... مسٹریز آف لنڈن کا دوسرا حصہ مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری (۲۵ جلدوں میں)

نظارۂ پرستان............ رینالڈز کا ایک مشہور ناول "مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن" مترجمہ منشی تیرتھ رام فیروز پوری (۲۵ جلدوں میں)

گردشِ آفاق.......... رینالڈز کا ناول "جوزف ولمٹ" مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری

باپ کا قاتل............ رینالڈز کا ناول "پیری سائڈ" مترجمہ شمیم الدین بلہوری۔

خونی تلوار .... رینالڈز کا ناول "میسکر آف گلنکو"
مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری۔
شام جوانی .... رینالڈز کا ناول "دی ینگ وِڈو"
مترجمہ نوبت رائے نظر لکھنوی۔
جھیل کی معشوقہ .... رینالڈز کا ناول "فشر مین" مترجمہ
لالہ دینا ناتھ۔
وطن پرست .... الگزنڈر ڈیوما کا ناول "ریجنٹس ڈاٹر"
مترجمہ منشی تیرتھ رام فیروز پوری۔
روحوں کا خراج .... لارڈ فریڈرک ہیملٹن کا ناول "اے
ٹریبوٹ آف سولز" مترجمہ تیرتھ رام
سنہری لاش .... فری من ولز کرافٹس کا ناول "دی کاسک"
مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری۔
آزادی .... جارج اے برمنگھم کا ناول "دی لاسٹ
لائز" مترجمہ تیرتھ رام۔
خنجر بیداد .... ویلنٹائن ولیمز کا ایک مشہور ناول مترجمہ
تیرتھ رام فیروز پوری۔

چڑیا کی گتھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ویلنٹائن ولیمز کا ناول "دی تھری آف کلبس"
مترجمہ تیرتھ رام ۔

نازک کٹار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رچرڈ ہنری سیویج کا ناول "مائی آفیشل
وائف"، مترجمہ تیرتھ رام ۔

ہیروں کا بادشاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیکس فیوٹرل کا ناول "دی ڈائمنڈ ماسٹر"
مترجمہ منشی تیرتھ رام ۔

حورِ ظلمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپنہیم کا ایک ناول مترجمہ منشی تیرتھ رام ۔

کرنی کا پھل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپنہیم کا ناول "دی پیر اینڈ دی وومن"
مترجمہ منشی تیرتھ رام ۔

مطلبی دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چارلس میک اوا ے کا ناول "براس
فیسز" مترجمہ منشی تیرتھ رام

نولکھا ہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ارنسٹ ڈیویز کا ناول "دی وڈوز نکلیس"
مترجمہ منشی تیرتھ رام ۔

خونی چکر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری رابرٹس رینہارٹ کا ناول "دی سرکولر
اسٹیر کیس" مترجمہ منشی تیرتھ رام ۔

انصاف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایڈگر والیس کا ناول "دی فور جسٹ مین" مترجمہ منشی
تیرتھ رام ۔

آتشی کتا .... کانن ڈائل کا ناول "دی باونڈ آف دی باسکرولیز" مترجمہ منشی تیرتھ رام۔

خونی ہیرا .... مارس لیبلانک کا ناول "دی ارسٹ آف آرسن لوپن" مترجمہ منشی تیرتھ رام۔

شریف بدمعاش .... کنفشنز آف آرسن لوپن، مترجمہ منشی تیرتھ رام

خونی چراغ .... جیوش لیمپ" مصنفہ مارس لیبلانک مترجمہ منشی تیرتھ رام۔

کارنامجات آرسن لوپن...... "دی اکسپلائٹس آف آرسن لوپن" مترجمہ منشی تیرتھ رام۔

بحرِ فنا .... "دی کافن آئیلینڈ" مصنفہ مارس لیبلانک مترجمہ منشی تیرتھ رام۔

آرسن لوپن جاسوس .... "جم بارنٹ انٹرویز" مترجمہ منشی تیرتھ رام

نقلی نواب .... آرسن لوپن" مترجمہ منشی تیرتھ رام

منزل مقصود .... ولیم لکیو کا ناول "ہینڈ اپ" مترجمہ تیرتھ رام

سرابِ زندگی .... لکیو کا ناول "وائلز آف دی وکڈ" مترجمہ تیرتھ رام

گمنام مسافر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دی سائن آف دی اسٹرینجرز" مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری۔

تبدیلِ قسمت۔۔۔۔۔۔۔۔"دی مین فرام ڈاؤننگ اسٹریٹ" مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری۔

مہرِ خموشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دی سائن آف سائلنس" مترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری۔

منشی تیرتھ رام فیروز پوری نے مندرجۂ بالا ناولوں کے علاوہ "اے بڈ فارجون" کا ترجمہ ڈاکٹر نکولا کے عنوان سے "ڈاکٹر نکولا" کا ترجمہ تلاش اکسیر کے عنوان سے اور "مائی اسٹرینجسٹ کیس" "فاروس دی ایجپشن" "دی گولڈن، سکارپیین" "دی ملین ڈالر ڈائمنڈ" "دی ڈائمنڈس" "دی رینسم فارلسڈن" اور دی آرنج یلو ڈائمنڈ" کے ترجمے علی الترتیب لعلِ شب چراغ۔ مصری جادوگر۔ سنہری بچھو۔ انمول ہیرا۔ قاتل ہار۔ زہری پان اور پیلا ہیرا کے نام سے کئے ہیں۔

سرگزشتِ اسیر۔۔۔۔۔۔۔"لاسٹ ڈیز آف اے کنڈمڈ مین" مصنفۂ وکٹر ہیوگو مترجمہ سعادت حسین۔

تائیس .... مشہور فرانسیسی ناول "تائیس" مصنفہ
اناطول فرانس مترجمہ عنایت اللہ صاحب
(اچھا ترجمہ ہے)

مصنوعی بیوی .... آر۔ ایچ پول کا ناول "ہز میک بلیو وائف"
مترجمہ عباس حسین لطفی۔

زلفی .... کپلنگ کی "جنگل بک" مترجمہ عنایت اللہ صاحب

محب وطن .... جرمن ناولسٹ الفریڈ نیومن کا ناول مترجمہ
خواجہ عبدالکریم۔ ایم۔ اے

مجلسِ ہفت ملوک .... ایک انگریزی ناول مترجمہ غلام مصطفیٰ رسا
حیدر آبادی

حکایات شرلک ہومز، شرلک ہومز کا پہلا کارنامہ اور یادگار شرلک ہومز
مترجمہ فیروز الدین مراد۔

درسِ عشق .... ایک انگریزی ناول مترجمہ مرزا خاں دہلوی

الماس یعنی ہیروں کا بادشاہ .... ایک انگریزی ناول مترجمہ غلام حسین پشاوری

خونابۂ عشق .... کانن ڈائل کا ایک ناول مترجمہ
فیروز الدین مراد۔

شہید جفا .... سروالٹر اسکاٹ کے ایک ناول کا ترجمہ

نگڈم .... ایک انگریزی ناول کا ترجمہ دو ارکا پرشاد افق

مندرجۂ بالا کتابوں کے علاوہ راجہ کا ہیرا۔ فقیر ساحل۔ شاہد طرار (ایک فرانسیسی ناول) طلسم خیالات۔ فسانۂ مفقود الخبر۔ کرشمۂ تقدیر۔ گناہ بے لذت اور لال کنیاں جیسے متعدد ناول شایع ہوئے۔

افسانے

منتخب افسانے .... مختلف انگریزی فرانسیسی اور روسی فسانوں کے ترجمے بھی شامل ہیں۔ (۲ جلدوں میں)

دنیا کے بہترین افسانے .... بعض مغربی افسانوں کے ترجمے۔

شاہکار افسانے .... دلچسپ اور منتخب افسانے، جن میں بعض فرانسیسی روسی اور انگریزی افسانے بھی شامل ہیں۔

قدیم افسانے .... بعض مغربی افسانے بھی شامل ہیں۔ مترجمۂ پروفیسر عبدالقادر سروری۔

فرانسیسی افسانے .... موپساں، زولا اور وکٹر ہیوگو جیسے فرانسیسی ادیبوں کے افسانے۔ مترجمۂ عزیز احمد بی اے

انگریزی افسانے .... بعض منتخب انگریزی افسانوں کے ترجمے از غلام عباس

مجسمۂ وفا .... مشہور انگریزی ادیب جان رسکن کا ایک قصہ مترجمہ سید شوکت حسین۔

الحمرا کے افسانے .... بعض انگریزی افسانوں کے ترجمے۔

نگارستان .... واشنگٹن ارونگ کے بعض افسانوں کے آزاد ترجمے بھی شامل ہیں۔ از نیاز فتح پوری۔

ڈرامے

ہنری چہارم .... شکسپیر کا ڈرامہ "ہنری دی فورتھ" مترجمہ سید ذوالفقار احمد۔

غلط در غلط .... "گولڈسمتھ کے ڈرامے شی اسٹوپس ٹو کانکر" ترجمہ از عصمت اللہ بیگ۔

نکاح بالجبر .... مولیر کا ڈرامہ "فورسڈ میرج" مترجمہ وہاج الدین

ظاہر باطن .... شریڈن کے "اسکول فار اسکانڈل" کا آزاد ترجمہ۔ از فضل الرحمٰن بی۔ اے آنرز

نئی روشنی .... شریڈن کے ڈرامہ "رایولز" کا آزاد ترجمہ از فضل الرحمٰن بی۔ اے آنرز۔

حشرات الارض .... ابسن کے ڈرامہ "دی انیمی اف دی پیپل" کا آزاد ترجمہ از فضل الرحمٰن بی۔ اے آنرز۔

زندگی .... سامرسٹ ماہم کے ایک ڈرامہ کا آزاد ترجمہ
از محمد اکبر وفا قانی بی۔ اے۔

مالن .... شا کے پگمیلین کا آزاد ترجمہ
از محمد اکبر وفا قانی۔

ہوشش کے ناخن .... برنرڈشا کے ڈرامہ "وڈوورس ہوزس" کا
آزاد ترجمہ از میر حسن و مخدوم محی الدین۔

پیرو ین .... ایک جاپانی ڈرامہ کی تلخیص۔ میر حسن۔

تین ٹوپیاں .... دورِ جدید کے ایک فرانسیسی مزاحیہ ڈرامہ کا عکس

روحِ سیاست .... جان ڈرنک واٹر کے مشہور ڈرامہ کی آزاد ترجمانی
از نور الٰہی محمد عمر۔

شب تار .... ماٹرلنک کا ایک ڈرامہ۔ ترجمہ منشی پریم چند

تسخیر .... "شی اسٹوپس ٹو کانکر" کا ترجمہ۔

بگڑے دل .... مشہور فرانسیسی ڈرامہ نگار مولیئر کا "تصانتھروپ"
ترجمۂ نور الٰہی محمد عمر۔

ظفر کی موت .... بلجیم کے مشہور ڈرامہ نویس میٹرلنک کے ایک
ڈرامہ کا ترجمہ۔ از نور الٰہی محمد عمر۔

تسنراق .... جرمن ڈرامہ نگار شلر کا ڈرامہ ہندوستانی رنگ میں
از نور الٰہی محمد عمر۔

سالومی .... آسکار وائلڈ کا ڈرامہ "سالومی" مترجمہ مجنون
گورکھپوری
(اس ڈرامہ کا ترجمہ ساقی کے مدیر شاہد احمد نے
بھی کیا ہے)

آرنسٹ .... آسکار وائلڈ کا ڈرامہ "دی امپارٹنس آف بی
انگ ارنسٹ" مترجمہ تمکین کاظمی اور سعیدی
(اس ڈرامہ کا ترجمہ مجنون گورکھپوری نے بھی
کیا ہے۔)

پھول بن .... رچرڈ آرچرڈ کا ترجمہ مخدوم محی الدین نے کیا ہے

انصاف .... جان گالزوردی کے ڈرامہ "جسٹس" کا ترجمہ

آغاز ہستی .... برنرڈ شا کا ڈرامہ "بیک ٹو میتھیو سیلا"
مترجمہ مجنوں گورکھپوری۔

متفرق ترجمے

دفتر فرعون۔ جارج مارٹنر ایرس کی ایک تصنیف مترجمہ لطافت حسین خاں

خیالات ارونگ .... امریکی ادیب واشنگٹن ارونگ کے
بعض مضامین۔ مترجمہ محمد یحییٰ تنہا۔

مقالہ روسو .... ایک مشہور فرانسیسی مصنف کا مقالہ۔ مترجمہ
ظفر حسین خان

خودکشی کی انجمن .... رابرٹ لوئی اسٹیونسن کی ایک تصنیف
کا ترجمہ از عبدالمجید خاں سالک ایم اے

قدیم تہذیب .... ایک انگریزی کتاب مترجمہ ولایت احمد ایم اے

آئینۂ جمہوریت .... اطالوی محب وطن جوزف میزینی کی ایک
تحریر کا ترجمہ۔ از احمد مغفور سلیم۔

فلاح الاطبا .... ایک انگریزی کتاب مترجمہ سید احمد حسین

مقالات فلاطون .... انگریزی سے ترجمہ۔ از سید محمد حسن

خود اعتمادی .... ایک انگریزی تصنیف مترجمہ مرزا ناصر علی بیگ

سید الانبیا .... کارلائل کی مشہور تقریر "ہیرو ایز اے پرافٹ"
مترجمہ اعظم خاں بی۔اے۔

نظموں کے ترجمے

گزشتہ سترہ سال میں انگریزی نظموں کے ترجمے بہت کم ہوئے

کسی شاعر نے اس طرف جیسی چاہیئے توجہ نہیں کی۔ تاہم بعض صاحبِ ذوق اصحاب کی کوشش قابلِ ذکر ہیں۔

ٹامس مور کی "لالہ رخ" کا ترجمہ ضامن کنتوری نے نظم میں کیا تھا۔ ل۔ احمد نے اس کا ترجمہ نثر میں کرکے شائع کیا۔ مسعود حسن رضوی ادیب نے ٹینی سن کی مشہور نظم "اینک آرڈن" کو اردو نثر میں منتقل کیا۔ قصہ کی دلچسپی تو ایک حد تک باقی رہی ہے لیکن اصل کی شاعرانہ لطافتوں کا بہت بڑی حد تک خون ہوگیا ہے۔ عظمت اللہ خاں مرحوم نے بعض انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے کیئے۔ ورڈسورتھ کی نظم "لوسی گرے" کا ترجمہ جو "کوپل" کے عنوان سے کیا گیا ہے ایک حد تک دلچسپ اور قابلِ مطالعہ ہے۔ ورڈسورتھ کی نظم "انٹیمیشنز آف امارٹالٹی" کا ترجمہ امیر محمد نے اردو میں کیا۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے ہوریس اسمتھ کی ایک نظم کا ترجمہ "ممی سے خطاب" کے عنوان سے کیا جو دلچسپ اور قابلِ مطالعہ ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سروری نے بعض چھوٹی چھوٹی انگریزی نظموں کے ترجمے کیئے جن میں "فردوس بریں" قابلِ ذکر ہے۔ دفار احمد بی۔ اے رابرٹ براؤننگ کی مشہور نظم "ربی بن عزرا" کا منثور ترجمہ "شیب و شباب" کے عنوان سے کیا۔ اصل کے مطالب کو اردو میں منتقل کرنے میں یہ ایک حد تک

کامیاب رہے ہیں۔

راقم الحروف نے ولیم ورڈسورتھ کی تقریباً تمام اعلیٰ قسم کی نظموں کے ترجمے نثر میں کیے جو "ورڈسورتھ اور اس کی شاعری" میں چھپے ہیں۔

یہ مقالہ میں نے جامعہ عثمانیہ کے ایم۔ اے کے امتحان کے لیے
۱۹۳۵ء میں یعنی آج سے چار سال پہلے مرتب کیا تھا۔ اس دوران میں
جن اہم ترجموں کا مختلف ذرایع سے علم ہو سکا ان کا ذکر کر دیا گیا ہے۔
تاہم اس کا امکان ہے کہ بعض اچھے ترجمے ایسے شایع ہوئے ہوں
جو میری نظر سے نہیں گزرے۔ پڑھنے والے اصحاب اگر اس کمی کو
پورا کرنے میں میری مدد فرمائیں تو قوی امید ہے کہ اس رسالے کی
دوسری طبع ترجمہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے زیادہ مفید
ثابت ہو سکے فقط

میر حسن

نشتر گاہ حیدرآباد

۲۲ ر اکتوبر ۱۹۳۴ء

مصنف کی دوسری کتابیں

ورڈسورتھ اور اس کی شاعری

"اردو کے ہر شاعر کو یہ کتاب پڑھنی چاہئیے"

مولوی عبدالحق

ورڈسورتھ اور اس کی شاعری

از مولوی میر حسن صاحب عثمانی ایم۔ اے سابق صدر انجمن اتحاد و مدیر مجلہ عثمانیہ

صفحات ۱۸۴ مع تصویر شاعر مجلد قیمت عہ/ ۱۲

(۱) رسالہ ہندوستانی۔ الہ آباد۔ مرتبہ مولانا اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی۔ بابت جولائی ۱۹۳۲ء اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ شاعر کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً اس کے تجربات حیات نے جس جس طرح اس کے شعری رجحانات کی تعمیر و تشکیل کی ہے ان کو واضح کیا گیا ہے سوانح نگاری کا یہ طرز عام روش سے علٰحدہ ہے اور چونکہ فطری اصول کے مطابق ہے اس لیے بغایت پسندیدہ ہے .... انگریزی کے ذخیرۂ ادب کو جلد سے جلد اردو میں منتقل کر لینا اردو کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس اعتبار سے مصنف نے ورڈسورتھ کے حالات زندگی کے ساتھ اس کی نظموں کو اردو زبان میں منتقل کر کے در اصل اردو کی ایک نہایت ضروری خدمت انجام دی ہے .... ہمارے جدید مطبوعات میں یہ ایک مفید اور دلچسپ اضافہ

(۲) رسالہ شہاب حیدرآباد۔ مرتبہ مولوی محمد عبدالرزاق صاحب بسمل۔ بابت بہمن ۱۳۴۶ف نہایت دقت نظر سے مطالعہ کرکے اس (ورڈز ورتھ) کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے معاصرین اور عہد حاضر کے اُردو شاعروں پر اس کے اثرات کا اظہار کیا گیا ہے بعض اُردو شعرا کی نظمیں مقابلتہً پیش کی گئی ہیں۔۔۔۔۔۔ کتاب ہر صاحب ذوق کے مطالعے کے قابل ہے

(۳) جریدہ رہبر دکن حیدرآباد۔ مرتبہ مولوی سید احمد محی الدین صاحب بابتہ ۲۶ فروری ۱۹۳۳ء اس میں سب سے پہلے ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور کا ایک دیباچہ عمومی ہے جو اس سلسلۂ ادبیات اردو کے دیباچہ عمومی ہیں جس کا یہ ایک حصہ ہے۔ اس کے بعد مولوی عبدالقادر صاحب سروری ام۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مددگار پروفیسر اردو کلیہ جامعۂ عثمانیہ کا مقدمہ مولف کا دیباچہ ورڈسورتھ کی ان نظموں کی فہرست جن اس کتاب میں مولف نے ترجمہ دیا ہے اردو شعرا کی ان نظموں کی فہرست جو مقابلے یا توضیح کے لیے اصل کتاب میں نقل کیگئی ہیں اور پھر ورڈسورتھ اور اس کی شاعری پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کے شروع ہونے سے قبل ورڈسورتھ کی ایک تصویر بھی دی گئی ہے جس کو ملک کے فن کار رحیم قیوم نے خاص اس تصنیف کے لیے بنایا ہے۔ اصل کتاب حسب ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) پیدائش تعلیم (۲) ابتدائے شاعری (۳) سیر و سیاحت اور سانٹ نویسی

(۴) اسکاچستان کا پہلا سفر اور خاندان میں اضافہ (۵) ملازمت اور سیر و سیاحت (۶) شہرت و وفات اور (۷) خاتمہ۔

ورڈسورتھ انگریزی کے مشہور شعرا میں سے ایک ہے اور اس کی شاعری میں فطرت نگاری نے ایک خاص درجہ حاصل کر لیا ہے جو کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہ ہوا اور اسی کا اثر آزاد و حالی کے عہد سے اردو شاعری پر بھی پڑنے لگا ہے۔ مولف نے اپنی تالیف میں ان تمام امور کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح اردو ادب لطیف پر اس شخص کے حالات اور اس کی شاعری کا ارتقا دکھا کر بڑا احسان کیا ہے جس کے زیر اثر وہ نامعلوم طور پر آچکا اور آگے بڑھنا چاہتا ہے۔

(۴) رسالہ معارف اعظم گڈھ۔ مرتبہ مولٰنا سید سلیمان ندوی۔

ورڈسورتھ انگریزی ادب کا معیاری شاعر ہے۔ جناب محسن نے اس کو اردو داں طبقہ سے روشناس کیا ہے اس رسالہ میں اس کے سوانح اور کلام کو پیش کیا ہے لیکن یہ حصے الگ الگ نہیں بلکہ اولاً ورڈسورتھ کا ابتدائی تعارف کرا کر خود اس کے کلام کی روشنی میں اسے مختلف دور سے گذرانا شروع کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شاعر بن کر نمودار ہوا اور اس کی نظمیں سامنے آنے لگیں۔ پھر اس کی زندگی میں جو واقعات پیش آتے گئے اور نظموں کے جو اثرات پیدا ہوتے گئے۔ اور اس کی طبیعت پر فلسفہ اور شعر کے جس مسلک و مشرب کے رجحانات رہے

سب کو اسی سلسلہ میں بیان کیا ہے اور پھر اس کی زندگی اور شاعری پر جو
تنقیدیں ہوئیں اور خود مرتب کو اس کی شاعری میں جو معیار اور اس کے فلسفہ میں
جو رجحان نظر آیا اس کو اسی سلسلہ سوانح میں بیان کیا ہے اور جا بجا دوسرے
شعرا سے اس کا موازنہ بھی کیا ہے۔ مولف نے یہ ایک اچھا طریقہ سوانح نگاری
اختیار کیا ہے اگر اسی رنگ پر وہ دوسرے باکمال شعرائے یورپ کو روشناس
کرنے میں کامیاب ہو جائیں جیسا کہ ان کا مقصد ہے تو اردو کی ایک مفید
خدمت انجام دیں گے۔

(۵) جریدۂ مشیر دکن۔ حیدرآباد۔ ولیم ورڈس ورتھ نہایت
مقبول انگریزی شاعر ہے اس نے خاص کام یہ کیا کہ دنیا کی معمولی چیزوں کو
ایک فلسفی شاعر کی نظر سے دیکھا اور ان میں وہ باتیں پیدا کیں جو ہر شخص کو
نہیں سوجھتیں اس کی بعض نظمیں انگریزی حال کی شاعری میں اپنا ثانی نہیں
رکھتیں اس کتاب کے مصنف مولوی میر حسن صاحب مدیر مجلہ عثمانیہ ہیں آپ نے
اس کتاب میں نہایت خوبی اور جامعیت کے ساتھ انگلستان کے اس مشہور
شاعر کی حیات اور کلام اور اس کے معاصرین اور عہد حاضر کے انگریزی اور
اردو شاعروں پر اس کے اثرات تنقیدی نقطۂ نظر سے بیان کیے ہیں اس کی
بہترین نظموں کا ترجمہ کیا گیا ہے اور اردو شاعروں کی بعض نظمیں متقابلۃً

پیش کی گئی ہیں۔ نیز جدید اردو شاعری کے ارتقا میں ورڈس ورتھ اور اس کے
کلام کے اثر نے جو حصہ لیا ہے اس پر دیباچہ میں بحث کی گئی ہے اسلوب بیان
اس قدر دلکش اور دلاویز ہے کہ بے اختیار مصنف کے حق میں دعا نکلتی ہے
کہ " اللہ کرے زور قلم اور زیادہ " کتاب سلسلہ ادبیات اردو میں طبع ہوئی ہے۔

(۶) **مجلّہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔** ہم میر حسن صاحب کے مشکور ہیں کہ انھوں
نے اردو دانوں کے لیے انگریزی کے ایک باعظمت شاعر کے کلام کا بیشتر حصہ کا
ترجمہ پیش کیا ہے، حسن خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ میر حسن صاحب نے اس
کام کو انجام دیا ہے اس پر ہم انھیں ہر قسم کی تحسین کا مستحق سمجھتے ہیں۔

(۷) رسالہ زمانہ۔ کانپور۔ مرتبہ پنڈت دیانرائن صاحب نگم بی اے
جامعۂ عثمانیہ کی بدولت حیدرآباد اور اس کے متعلقات میں خوش فکر اور نوجوان
انشاپردازوں کی ایک ایسی اولوالعزم جماعت پیدا ہو گئی ہے جو ہر وقت اردو ادب
کی توسیع و ترقی کی فکر میں نہمک ہے اس جماعت میں کتاب زیر نظر کے فاضل
مصنف میر حسن صاحب بھی ہیں۔

انگریزی کی کورانہ تقلید فی زمانہ فیشن بنتی چلی جا رہی ہے لیکن اس اندھا دھند
سے اردو میں وہ لطافت اور خوبی پیدا نہیں ہو سکتی جو انگریزی شعرا کے کلام
میں پائی جاتی ہے، اس بے راہ روی کو روکنے کے لیے بھی ضروری تھا کہ انگریزی

شاعروں کے متعلق اردو زبان میں معلومات فراہم کی جائیں اور ان کے اردو
کلام کا ترجمہ پیش کیا جائے۔

الحمدللہ کہ اس میدان میں میر حسن صاحب نے ایک مبارک قدم بڑھایا
ہے کتاب زیر ریویو میں ورڈس ورتھ کے سوانح حیات کے علاوہ اس کی
شاعری پر بھی ایک فاضلانہ نظر ڈالی گئی ہے اور ورڈس ورتھ کی ایک عمدہ
تصویر بھی دی گئی ہے دیباچہ میں یہ بھی دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید
اردو شاعری نے ورڈس ورتھ کے کیا کیا اثرات قبول کیے اور مقابلہ اور
توضیح کے لیے بعض شعرائے اردو مثلاً اقبال ۔ چکبست ۔ جوش ۔ تلوک چند محروم
وغیرہ کی نظمیں بھی پیش کی گئی ہیں ۔ ورڈس ورتھ کی بہت سی نظموں کا اردو ترجمہ
بھی دے دیا گیا ہے ۔ قابل مصنف نے نہایت محنت اور دماغ سوزی سے کام
لے کر یہ کتاب مرتب کی ہے اردو دان پبلک خصوصاً شعرا حضرات کو اس
کی قدر کرنی چاہیئے ۔

(۸) رسالہ نگار لکھنو ۔ مرتبہ مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری

میر حسن صاحب مدیر مجلہ عثمانیہ حیدرآباد نے یہ کتاب تالیف کی ہے ۔ موضوع نام سے
ظاہر ہے اور افادیت اس کے موضوع سے مترشح ۔ وہ لوگ جو خالص ادبی ذوق
رکھتے ہیں اور مشرق و مغرب دونوں جگہ کی شاعری پر مقابلتہً نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں

ان کے لیے یہ کتاب خصوصیت کے ساتھ قابل قدر ہے .... اس کی
(ورڈس ورتھ) کی متعدد نظموں کا ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ حبؔ بی۔ لے

(۹) رسالۂ اُردو ۔ اورنگ آباد ۔ مرتبہ مولوی عبدالحق صاحب

دوسری زبانوں کے ادبیات اور اس کے ممتاز مصنفین اور شعرا کا کلام اور حالات
ہمیشہ بصیرت افروز ہوتے ہیں۔ خاص کر اُردو زبان کو جو ابھی بن رہی ہے اس کی
بڑی ضرورت ہے۔ میر حسن صاحب نے یہ بہت قابل قدر کام کیا ہے کہ ورڈسورتھ
کے حالات اور اس کی شاعری کی خصوصیات کو اردو زبان میں بیان کیا۔ ورڈسورتھ کا
پایہ انگریزی شاعری میں بحیثیت فطرت نگار بہت بلند ہے اور اس کا منتخب کلام
بے مثل ہے۔ فاضل مولف نے جگہ جگہ اس کی منتخب اور عمدہ نظموں کے ترجمے بھی درج
کیے ہیں نظم کا ترجمہ بہت دشوار کام ہے لیکن مولف نے عموماً اس دشوار کام کو
بھی خوبی سے انجام دیا ہے میر حسن صاحب کی محنت قابل شکر اور لائق قدر ہے
اور اردو شعرا کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئیے۔

ملنے کا پتہ

سب رس کتاب گھر۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن